تحریک

مسٹر سیموئل سمائلز کی مشہور کتاب

سلف ہلپ کا اُردو ترجمہ

جناب مولوی حسن علی صاحب مرحوم
مشہور واعظ اسلام

دوسری مرتبہ ۱۹۲۳ء میں
خادم التعلیم الکٹرک پریس لاہور میں باہتمام میاں عبدالمجید پرنٹر کے
چھپکر شایع ہوئی +

دیباچہ

طبع اول

یہ کتاب تحریک انگلستان کی مشہور اور نامی کتاب سلف ہلپ مصنفہ مسٹر سمائل سے انتخاب کر کے اردو زبان میں ہموطنوں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ اس کتاب کو اہل انگلستان بڑی عظمت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شاید ہی وہاں کوئی ایسا سکول ہوگا جسمیں اسکے حصے بطور انتخاب پڑھائے نہ جاتے ہوں۔ اور وہ کتب خانہ بہت ہی بدنصیب ہوگا جسکی الماریوں میں یہ لاجواب کتاب خوبصورت سبز جلدوں میں مندھی ہوئی نہ رکھی ہو۔

اس کتاب کے بارہ میں سینڈرڈ انگلستان کا مشہور اخبار لکھتا ہے۔ —

مسٹر سمیعل کی سلف ہلپ کی سی معقول تذہب ہماری نظر سے بہت کم گذری ہے یہ کتاب بہت ہی بے عیب نہایت معقول نہایت رتبہ کی نہ میز اور مفید کتاب ہے۔ کلکتہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس جناب سر چارد گارث صاحب نے ۲۸ جولائی ۱۸۸۱ء کو نوجوانوں کے ایک جلسہ میں فرمایا۔ کیا تم نے کبھی سلطان الکتب یعنی سمائل صاحب کی سلف ہلپ کو پڑھا ہے؟ وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جسکو تمہیں اس قدر پڑھنا چاہیئے کہ زبانی یاد ہو جائے اس کتاب میں انگلستان اور دیگر ممالک کے آدمیوں کے حالات درج ہیں جنکی ترقی کی راہ میں ہر طرح کی مزاحمتیں تھیں۔ غریب پیسر تھے انہوں نے کچھ بھی تعلیم نہیں پائی تھی لیکن اسپر بھی کوشش و دلیری سے انہوں نے اپنا اعلیٰ مقصد یعنی فراخدستی ہی نہیں حاصل کی بلکہ بڑے دولتمند اور نامور

عزت بھی ہوگئی۔

اس کتاب کے مصنف کی تصنیف سے سمائل صاحب کی کیا غرض تھی۔ اسکو میں خود مصنف کے دیباچے سے نقل کرتا ہوں۔ اس کتاب سے یہ غرض ہے کہ جوانوں پر یہ بات ثابت کر دی جائے کہ اس زندگی کو چین و آرام سے بسر کرنے کے لئے محنت کرنا ایک بہت ضروری امر ہے اور بے محنت اور سعی کے کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ مصیبتوں سے ہراساں نہیں ہونا چاہئے بلکہ استقلال کے ذریعہ سے اسپر فتح حاصل کرنی چاہئے اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ نیک چلن ہونا چاہئے کیونکہ بغیر اسکے لیاقت محض بیکار اور دنیاوی کامیابی محض لغو ہے

اصل کتاب سلف ہلپ تیرہ بابوں میں منقسم ہے جس میں سے صرف آٹھ بابوں کا ترجمہ لکھا ہے۔ باقی پانچ باب چونکہ مجھکو ہندوستانی بھائیوں کے لئے چنداں مفید نہ معلوم ہوئے اسلئے چھوڑ دئے۔

میری یہ دلی آرزو ہے کہ یہ کتاب ہر نوجوان کے ہاتھ میں ہو اس سے بہتر کوئی غمخوار رفیق اور سچا دوست کوئی دوسرا نہ ملیگا۔ مجھے تجربہ سے اس بات کا یقین ہوا کہ اس کتاب کے ہر ایک باب میں جداگانہ اثر ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ کتاب پڑھنے والوں کے دلوں میں نیک ارادوں کو تحریک نہ دے اور ان کے حوصلے اور خیالات کو اعلےٰ نہ بنائے۔

اپنی قدردان اور مہربان گورنمنٹ اور اپنے عزیز ہموطنوں سے میری یہ استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کو بچوں کے سلسلہ تعلیم میں مقرر کریں اس کتاب سے پورا فائدہ انہیں کا سادہ اور اثر پذیر دل اٹھا سکتا ہے۔

اگر ہماری گورنمنٹ اور ہموطنوں نے اس کتاب کی قدردانی کی تو میں بہت جلد اسی مصنف کی اور کئی بے مثل اور پر اثر کتابوں کو اردو زبان کے لباس میں پیش نظر کرونگا میں جناب حافظ سید احمد رضا صاحب وکیل عدالت [illegible]

قاضی رضا حسین صاحب رئیس شہر پٹنہ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں
از راہِ حب قومی اس کتاب کی اشاعت میں مدد فرمائی۔
میں اپنے ان دوستوں اور احباب کا بھی مشکور ہوں جو اس کتاب
کی صحت میں معین اور مددگار ہوئے

بندہ کمترین حسن علی عالی مقامی لودیکڑہ

شہر پٹنہ ۲۸ اگست ۱۸۸۱ء

فہرست مضامین

نمبر باب	مضمون باب	صفحہ

انسان کی زندگی اور اُسکی آسایش پر کوئی بڑا اثر نہیں ہو سکتا اب یہ بات روز
بروز صاف اور عام فہم ہوتی جاتی ہے کہ گورنمنٹ بانیٔ آرام نہیں۔ اسکا کام ہی
کیا ہے؟ صرف یہی ہماری جان کی حفاظت ہمارے مال کی حفاظت اور ہماری
آزادی کی حفاظت۔ بیشک جب قانون کا عملدرآمد عقلمندی سے ہوتا ہے تو انسان
اپنی محنت کا پھل (خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا روحانی) کچھ تھوڑے ہی نقصان گوارا
کرنے سے پا سکتا ہے لیکن کوئی قانون چاہے وہ کیسا ہی زبردست کیوں نہو کاہل
کو محنتی۔ فضول خرچ کو کفایت شعار۔ شرابی کو پرہیزگار نہیں بنا سکتا۔ یہ صفتیں
انسان کی اپنی ذاتی کوشش سے حاصل ہوسکتی ہیں۔

قومی گورنمنٹ [illegible] جتنے آدمیوں سے وہ گورنمنٹ مرکب ہے انہیں کے
چال چلن کی جھلک۔ گورنمنٹ کتنی ہی عمدہ کیوں نہو اگر اسکی رعایا خراب ہے تو وہ ضرور
اسے اپنی سطح پر کھینچ لائیگی اسی طرح گورنمنٹ کتنی ہی خراب کیوں ہو اگر اسکی رعایا
اچھی ہے تو وہ ضرور اسے اچھا بنا کے چھوڑیگی۔ یہ نیچر کا ایک قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم
کے چال چلن کا ہوتا ہے اُسکے موافق اُسکا قانون اور اُسکے مناسب حال اُسکی گورنمنٹ
ہوتی ہے جسطرح پانی اپنی سطح ڈھونڈ لیتا ہے اسیطرح ہر شخص اپنے لائق حصہ اپنی
گورنمنٹ سے پا لیتا ہے۔ شریف قوم پر شریفانہ حکمرانی کیجائیگی۔ اور جاہل اور ناشائستہ
قوم پر ذلیل طور سے۔ فی الحقیقت تجربے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی ملک
کی لیاقت اور قوت عمدہ دستوروں پر اس قدر منحصر نہیں ہے جسقدر کہ خود اُس ملک
والوں کے چال چلن پر۔ قوم بہت سے شخصوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں پھر اس قوم کی
تہذیب کیا ہے؟ اُس قوم کے عورت۔ مرد۔ لڑکے۔ بچے جس سے وہ قوم مرکب ہے
انکی اپنی ذاتی ترقی کا نام اسکی قوم کی شائستگی اور تہذیب ہے۔

کسی قوم کے ہر ہر شخص کی محنت۔ دلیری اور ایمانداری کے مجموعہ کو اس قوم
کی ترقی اور اسی طرح اُسکے ہر ایک شخص کی کاہلی۔ خود غرضی اور بدچلنی کے مجموعہ کو
اس قوم کی تنزلی کہتے ہیں۔ ہم سوسائٹی کی وہ برائیاں جن پر ہم لوگ واویلا مچاتے ہیں

اگر غور کرکے دیکھی جاویں تو وہ ہم ہی لوگوں میں سے ایک ایک شخص کی بداخلاقیوں کا نتیجہ ہیں اگر ہم انہیں قانون کے زور سے زائل بھی کردیں تو کیا ہوگا وہ برائیاں دوسری صورتوں میں نمایاں ہونگی اور اپنا دوسرا قالب پکڑینگی مگر ہاں جب سوسائٹی کے ہر ایک شخص کی حالت اور اسکا چال چلن درست ہوجائے تو اسوقت وہ قوم کی قوم وہ پوری سوسائٹی اکسیر ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو بے شک ہر شخص کے دل میں یہ خواہش پیدا کردینی کہ وہ خود اپنی حالت آپ درست کرلے اپنی اصلاح کسی غیر یا گورنمنٹ یا سررشتوں کے سہارے نہ چھوڑ بیٹھے۔ قانون بنانے اور سررشتوں کے جاری کرنے اور اسی قسم کے کاموں میں کوشش کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور بے شک بہت بڑی اور اصلی حب قومی ہے

جب ہماری ہر طرح کی ترقیاں اسی پر منحصر ہیں کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ ہم خود اپنے اوپر آپ کیونکر حکمرانی کرتے ہیں تو اسوقت گورنمنٹ یا سررشتوں کی شائستگی یا عمدگی کوئی بہت بڑی توجہ یا التفات کے قابل نہیں ہے وہ شخص درحقیقت غلام نہیں کہا جاسکتا جو ایک ظالم سنگدل کی غلامی میں ہے اگرچہ یہ بھی ایک بڑی برائی ہے بلکہ وہ شخص اصلی غلام ہے جو اپنی بداخلاقی۔ جہالت۔ خودغرضی کا مطیع ہو اپنی ناکسی اور کاہلی کے پنجے میں گرفتار رہے۔ جتنی قومیں اسطرح کی غلامی میں پڑی ہوئی ہیں وہ صرف آقاؤں اور سررشتوں کے بدلنے سے ہرگز آزاد نہیں ہوسکتیں اصل یہ ہے کہ جب تک لوگوں کا یہ دھوکا قائم رہیگا کہ ہماری آزادی گورنمنٹ پر منحصر ہے تب تک کسی بالائی تدبیر سے کوئی اصلی تبدیلی اور حالت کی درستی اصلاح اور ترقی کا کوئی مستقل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ ہرگز ہرگز قوم میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ گورنمنٹ کے انتظام میں کیسے ہی عمدہ تبدیلیاں کیوں نہ کی جائیں۔ مگر وہ فانوس خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں جس میں رنگ برنگ کی تصویریں دکھلائی دیتی ہیں۔ مگر جب آنکھ اٹھاکر غور سے دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔ شخصی چال چلن کی عمدگی قومی آزادی کی مستحکم بنیاد ہے۔

جان اسٹوارٹ مل صاحب[1] فرماتے ہیں کہ جب تک فرداً فرداً رعایا کے دلوں میں
آسائش کی بو اور اپنے اپنے حقوق اور ذاتی عزت کا خیال باقی رہتا ہے تب تک
کوئی ظالم گورنمنٹ بھی حد درجہ کا ظلم نہیں کر سکتی اسلئے سچ پوچھو تو حقیقی ظالم
وہی اپنی اخلاقی جہالت ہے جو اس شخصی عزت کو زائل کر دیتی ہے جو باعث اشاعت اعمال [illegible]
انسان کی ترقی کے اسباب میں لوگ کیا کیا غلطیاں کرتے ہیں کوئی تو سمجھتا ہے
کہ عمدہ تدبیر گورنر ہونا چاہیئے بعض کہتے ہیں کہ قومی حالت عمدہ ہو تو کیسے ہو اور بعض
کہتے ہے کہ عمدہ عمدہ ایکٹ جاری ہوں جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عمدہ گورنر کا انتظار
کھینچتے رہو جب ویسا گورنر مل جائیگا تو تم نہایت خوش قسمت ہو جاؤگے تو حقیقتاً
یہ لوگ ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ذرا دم لو تمہارے لئے سب کچھ کیا جائیگا لیکن تم خود
اپنے ہاتھ پاؤں کچھ نہ ہلاؤگے اگر ہم انکی صلاح کو اپنا ہادی بنائیں تو نتیجہ کیا ہوگا
ظالم گورنمنٹ کی بنیاد لینے کا اصول بالکل الٹی ہے عمدہ حاکم کی تلاش اور آرزو ایک قسم کی
بت پرستی ہے ایسی تمنا صرف سلطانی قوت اور اختیارات کی عبادت ہے
جس طرح دولت کی عبادت انسان کو ذلیل بنا سکتی ہے اسی طرح سلطانی قوت
اور اختیارات کی پرستش بھی اسے ناکارہ کر دیتی ہے بہت ہی عمدہ اور مفید مسئلہ
جو کسی قوم میں پھیلنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی مدد کرو اور جس وقت لوگ
اس مسئلہ کو پوری طور سے سمجھ جائینگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگیں گے اس وقت
یہ بت پرستی بالکل نیست و نابود ہو جائیگی یہ دو اصول یعنی سلطانی قوت اور اختیارات
کی پرستش اور آپ اپنی مدد کرنی ایک دوسرے کے ایسے مخالف ہیں کہ انکا اجتماع

---

[1] جان اسٹوارٹ مل انگلستان کا بڑا نامی مصنف اور حکیم تھا علم منطق میں جو کتابیں اسنے
لکھی ہیں وہ بے مثال ہیں سیاست مدن پر اس نے بہت نایاب کتابیں لکھی ہیں ۱۸۰۶ء
میں پیدا ہوا اور [illegible] کو مر گیا

ایک وقت میں ممکن نہیں

قومی قوت اور پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے ضروری ہونے کی آرزو یہ سب باطل خیالات
ہیں ولیم ریگن صاحب آئرلینڈ کے نامی ملک دوست نے ایکبار نمائش گاہ میں
یہ فرمایا کہ جب کبھی میں آزادی کا لفظ سنتا ہوں تو مجھ کو میرا ملک اور میرے ہم وطن
یاد آجاتے ہیں میں اکثر سنتا آیا ہوں کہ ہمارے ملک کو انگریزوں کے ذریعہ سے
آزادی نصیب ہوگی اور دوسرے ملک کے رہنے والے ہم لوگوں کیلئے بہت کچھ کرینگے
میں بھی اور آدمیوں کیطرح اس بات کو مانتا ہوں کہ غیر قوموں کے ساتھ میل جول
رکھنے سے بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن میں یہ بھی ضرور کہونگا کہ ہم
لوگونکی آزادی بہت کچھ اپنے ہی اوپر منحصر ہے مجھے یقین ہے کہ اگر ہم دلگیر نہ ہوجاویں
اور اپنے قویٰ کا اچھا استعمال کرنے لگیں تو یقینی ترقی کر سکتے ہیں ابھی ہم لوگ ہر وقت
ایک قدم آگے بڑھتے ہیں لیکن اس سے کچھ نہیں ہوتا استقلال رہنا بھی چاہئیے
ثابت قدمی کامیابی کا بہت بڑا رستہ ہے اگر ہم لوگ برابر مستعدی اور دلولے سے
ترقی کے میدان میں بڑھتے چلے جائیں البتہ ایکدن ضرور نامی ہو جاوینگے ورنہ نہیں تو ہم پیچھے ہیں
انسان کی اگلی پشتوں کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کل
قوموں کی موجودہ حالت گزشتہ قوموں کے غور و فکر کوشش و تدبیر کا نتیجہ ہے۔
محنتی اور مستقل مزاج کسان لوگ کانوں کے کھودنے والے نئی نئی چیزوں کے
ایجاد کرنیوالے پوشیدہ باتوں کو دریافت کرنیوالے آلات وغیرہ سے کام لینے
والے اور ہر قسم کے پیشہ ور لوگ مصنف شاعر حکیم فیلسوف ملک کا انتظام
کرنیوالے سب کے سب ہماری کل موجودہ ترقیوں کے باعث ہیں انہیں میں ہر ایک
نسل نے اگلی نسل کی محنت سے فائدہ اٹھایا ہے اور موجودہ قوموں کو اس بلند رتبے
تک پہنچایا ہے انہیں عمدہ عمدہ کاریگروں سے جو حقیقت میں تہذیب و شائستگی کی علامات
ہیں انہیں کی مسلسل اور لگاتار محنت نے علوم و فنون و حرفت کو ترقی کی حالت میں پہنچایا

ایک ترتیب پیدا ہوئی ہے رفتہ رفتہ زمانہ کی گردش نے موجودہ نسل کو اُس زرخیز
اور بیش قیمت جائداد پر قابض کیا ہے جو ہمارے بزرگوں کی محنت اور ہوشیاری سے
مہیا ہوئی تھی۔ وہ جائداد ہم کو اسلئے نہیں دیگئی کہ ہم صرف خزانہ کے سانپ کی طرح
اسکی حفاظت ہی کیا کریں بلکہ وہ ہم کو اسلئے دیگئی ہے کہ ہم اسکو اور بھی زیادہ ترقی دیکر
آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑ جائیں اسمیں شبہ نہیں کہ انگریزی قوم میں آپ اپنی مدد کرنیکی
صفت بہت نمایاں طور سے پائی جاتی ہے اور بیشک نہیں ہر زمانہ میں انمیں ایسے
بہتیرے آدمی پیدا ہوئے جنہوں نے بہت کچھ کارروائیاں کیں لیکن سچ پوچھو
تو ہم لوگوں کی ترقی بہت کچھ غریب اور محنتی آدمیوں کے باعث ہوئی جنکا نام تک بھی
کوئی نہیں جانتا۔ لڑائی کی فتح جرنیل کے نام لکھی جاتی ہے لیکن کامیابی اور فتح
اصل میں سپاہیوں کی وجہ سے ہوتی ہے انسان کی زندگی بھی کیا ہے ہر ایک طرح
سپاہیوں کی لڑائی ہے ہر زمانہ کی قوم اگلی اور پچھلی قوموں کے لحاظ سے درمیانی قوم ہے
اور لڑائی میں فتح کا [illegible] بہت [illegible] سمجھتے ہیں کیونکہ ادنیٰ درجے کے آدمیوں
ہی کو بہت کچھ [illegible] ثابت اسلئے ہم لوگوں کو اگلی اور پچھلی نسلوں کی نسبت بہت زیادہ
سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ آپ اپنی مدد کرنی ہے۔ بہت سے آدمی ایسے ہوئے ہیں
جنکے حالات کسی نے کتابوں میں درج نہیں کئے لیکن یہ لوگ تہذیب اور ترقی کے
پھیلانے میں ویسی ہی کوشش کرنیوالے تھے جیسے وہ خوش قسمت بڑے نام و نشان والے
لوگ جنکے احوال تاریخ میں مندرج ہیں۔ ایک نہایت مسکین اور گمنام شخص جو اپنے
ابنائے جنس کے لئے محنت۔ پرہیزگاری اور دیانتداری کا نمونہ اور نظیر بن گیا ہے تو یقیناً
اسکا اثر ابھی تک موجودہ قوم میں ہے اور آئندہ بھی رہیگا اسکا چال چلن پیچھے آنیوالوں
کی زندگی میں اُتر آ جائیگا۔ اور زمانہ دراز تک اپنا اثر پیدا کرتا رہیگا۔

روزمرہ کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شخصی ہی چال چلن یہ قوت
رکھتی ہے کہ دوسروں کی زندگی اور چال چلن پر بہت زور آور اثر پیدا کرے

اور فی الحقیقت یہی ایک عمدہ عملی تعلیم ہے۔ اور جب ہم اس عملی تعلیم کا علمی تعلیم سے مقابلہ
کرتے ہیں تو اسکول اور کالجوں کی تعلیم اسی عملی تعلیم کی ایک ابتدائی معلوم ہوتی ہے
کیونکہ زندگی بسر کرنے کا علم ان کتب اور مدرسوں کے علم سے کہیں زیادہ مفید اور موثر ہے
جو اسکولوں اور مدرسوں کا علم کتب خانوں اور صندوقوں میں لکھا ہوتا ہے مگر خوبی
زندگی بسر کرنے کا علم ہر وقت روزمرہ دوستوں کی ملاقات میں گھر کے رہنے سہنے میں
شہر کی گلیوں میں پھرنے میں تجارت کے کارخانوں میں، ہل جوتنے میں، کپڑا بننے
کے کارخانوں میں گاؤں سے کام کرنے کے کارخانوں میں ہم لوگوں کے [illegible] ہوتا ہے اور
اسکا یہ [illegible] صرف برتاؤ سے لوگوں میں پھیلتا جاتا ہے یہی وہ
کامل [illegible] تعلیم ہے جو قوم کو ضبط نفس اور اچھے چال چلن سکھاتی ہے اور
انسان کو [illegible] زندگی کے فرائض ادا کرنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کے قابل
بنا دیتی ہے۔

یہ وہ تعلیم ہے جو کتابوں سے ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ بیکن نے کیا خوب
کہا ہے کہ علم سے عمل نہیں آجاتا۔ علم کو عمل میں لانا تحصیل علم کے بعد اور اس کے باہر
اور اس سے برتر ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ انسان کی زندگی کو درست اور اسکے علم کو
[illegible] بنا دیتا ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی پڑھنے سے کہیں
زیادہ محنت اور کاروبار کے ذریعہ سے کامل بنتا ہے علم ادب کہیں زیادہ عمدہ محصول
کی [illegible] زندگی دیکھنا ترقی کرتا ہے علم سے کہیں زیادہ عمل کے ذریعہ [illegible] ہوتا ہے
جس کتاب میں بڑے بڑے آدمیوں خاص کر نیکوں کی سوانح عمری مندرج ہے
وہ [illegible] مفید اور ہدایت کرنے والی کتاب ہے۔ میں کہ سکتا ہوں کہ اسیر کی عمدہ
[illegible] گویا کتاب الٰہی کے ہم پلہ ہیں۔ کیونکہ یہ کتابیں ہم لوگوں کو اچھی طرح سے
بسر کرنے کے طریقے بتانے دماغوں میں اعلیٰ اور عمدہ خیالوں کو جگہ دینا اور ہمت
[illegible] سکھاتی ہیں۔ یہ کتابیں ہم لوگوں کو ان آدمیوں کی بہت عمدہ عمدہ مثالیں
دیتی ہیں جنہوں نے آپ اپنی مدد کی اور [illegible] مستقل مزاجی اور دیانتداری

ایسی کتابوں سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ ہر انسان کیا کر سکتا ہے۔ ایسی کتابیں
اس بات کو نہایت فصاحت سے بتاتی ہیں کہ اگر کم بساط اور کم مایہ آدمی بھی اپنی ترقی
کا خیال رکھے اور اپنے اوپر آپ بھروسا کر سکے تو کیا کچھ ہے جو وہ نہیں کر سکتا
بڑے بڑے لوگ علوم و فنون کے جاننے والے اور اعلیٰ ایجادات نکالنے والے اور گویا
انسان کے دلوں پر حکمرانی کرنیوالے کسی خاص فرقے کے آدمی نہ تھے انہیں سے
کوئی جھونپڑوں سے ترقی کر کے نکلا، کوئی دوکانوں ہی سے آگے بڑھا، کوئی تو جھونپڑے ہی کا
رہنے والا تھا، اور کوئی محلات شاہی میں پلا تھا مگر بایں ہمہ بہت سے بڑے لوگ
غریب آدمیوں ہی میں پیدا ہوئے۔ اکثر غریبوں ہی نے اعلیٰ درجہ پائے۔ اور
اسمیں جو تکلیفیں انہیں پیش آئیں۔ وہ انکی سد راہ نہ ہوئیں بلکہ ان تکلیفوں نے
ان کے قوا کو اور بھی متحرک کر دیا اور ان کے دلوں کو جوش اور جرات کا ذریعہ اور
منبع بنا دیا۔ مصیبتوں اور بکھیڑوں پر فتح پانے کی مثالیں اس کثرت سے ملتی ہیں کہ
یہ مقولہ بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔

[۱] جرمی ٹیلر [۲] سر رچرڈ آرکرائٹ [۳] ٹنٹرڈن

---

[۱] جرمی ٹیلر ایک درزی کا لڑکا تھا۔ ترقی کر کے بہت اعلیٰ درجہ کا پادری ہوا چارلس بادشاہ کو اس سے خاص محبت تھی علم الٰہیات میں اسکی تصانیف بہت اعلیٰ درجہ کی شمار کیجاتی ہیں، شہر کیمبرج میں ۱۶۱۳ء میں پیدا ہوا تھا اور شہر ... میں ۱۶۶۷ء میں مر گیا۔

[۲] سر رچرڈ آرکرائٹ ایک درزی کا لڑکا تھا۔ ترقی کر کے انگلستان کا ایک نامی تاجر ہوا۔ اسکی کپڑا بننے کی کل بہت مشہور تھی ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۹۲ء میں مر گیا۔

[۳] لارڈ ٹنٹرڈن۔ شہر کنٹربری کے ایک درزی کا لڑکا تھا۔ ترقی کرتے کرتے چیف جسٹس ہو گیا۔ اس شخص کو بیرن کا خطاب بھی ملا تھا پارلیمنٹ کا ممبر بھی ہوا ۱۷۶۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۳۲ء میں مر گیا۔

اور ٹرنر[1] سب کے سب کیسے کیسے نامی لوگ ہیں اور یہ کل درزی ہی تھے
کسی کو یہ معلوم نہیں کہ شکسپیئر[2] کون تھا لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بہت ہی
غریب شخص تھا۔ اسکا باپ قصاب تھا اور خود شکسپیئر ایک زمانہ تک جولاہا کا کام
کرتا رہا بعض کہتے ہیں کہ پہلے وہ سکول کا دربان تھا پھر ایک اٹارنی کے یہاں
نقل نویس تھا اسکے بارہ میں لوگوں نے کہا ہے کہ یہ سارے جہان کے آدمیوں کا
انتخاب تھا کیونکہ اسے جہازیوں کے خاص خاص محاورے۔ ان کے الفاظ اور جملے
اس قدر معلوم تھے کہ ایک ملاح کی رائے ہے کہ وہ ضرور ملاح ہوگا ایک پادری
صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ضرور کسی پادری کا کرانی ہوگا۔ ایک گھوڑا بیچنے والے
بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ ضرور گھوڑے کی تجارت کرتا ہوگا غرض بات یہ ہے کہ شکسپیئر
جہاں میں خوب پھرا اور ہر جگہ سے تجربہ اور علم حاصل کیا۔ وہ خود واقع میں جو ہو
سو ہو۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت ہی عمدہ اور سچا طالب العلم اور یقینی
محنتی تھا۔ اسکی تحریر آجتک لوگوں پر اثر پہنچا رہی ہے۔
تواریخ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑے بڑے شعرا سیاح انجنیئر

---

[1] ٹرنر شہر لنڈن کے ایک درزی کا لڑکا تھا۔ محنت اور شوق کے ذریعہ سے
ایک بہت ہی اعلےٰ درجہ کا مصور ہوا اس نے اپنے تصویروں کے ذریعہ سے بہت
روپے پیدا کئے۔ جب مرگیا تو وصیت کرگیا کہ جتنی تصویریں ابھی تک نہیں بکی ہیں
ان کے دام کے جتنے روپے ملیں۔ وہ قومی نفع کے کام میں صرف کئے جائیں ۱۷۷۵ء
میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۸۵۱ء میں مرگیا

[2] شکسپیئر ڈراما یعنی انگلستان کا پہلا مصنف تھا اسکے تحریر کی شہرت سارے جہان
میں ہے۔ اس کے مفصل حالات تو معلوم نہیں لیکن جہانتک معلوم ہوا وہ یہ ہے
کہ یہ شہر سٹرٹ فورڈ میں پیدا ہوا تھا اور لنڈن میں تھیئٹر تماشا گاہ کا منتظم تھا ۱۵۶۴ء
میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۶۱۶ء میں مرگیا۔

سپہ سالار، اڈیٹران اخبار، مصوران، واعظ وغیرہ اکثر نہایت غریب اور ادنے
پیشہ والے تھے لیکن محنت اور کوشش سے ان لوگوں نے بڑی سربلندی حاصل کی
ان لوگوں کے حالات پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکلیف اور مصیبت ہی بہت
کچھ انکی ترقی کا باعث ہوئی۔ کوئی انہیں ایسا نہ تھا جس نے کاہلی سے ترقی پائی ہو آدمی
کتنا ہی دولتمند اور عالی رتبہ شخص کا لڑکا کیوں نہ ہو لیکن جب تک اپنی ترقی کی فکر
آپ نہیں کرتا ہے ہرگز ترقی نہیں پاتا ہے۔ انسان کو زمینداری وراثت میں ملسکتی ہے
لیکن علم وعقلمندی کا ترکہ نہیں ملتا۔ دولت کے ذریعہ سے انسان دوسرے سے کام
لے سکتا ہے۔ مگر گنج قارون دیکر بھی کسی کی عقل سمجھ یا غور و فکر نہیں لے سکتا۔ انسان
کیسا ہی غریب یا کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو مگر تحصیل علم کے میدان میں دونوں کو ایک ہی
صف میں کھڑا ہونا پڑیگا اور ایک ہی راہ چلنی ہوگی۔ انسان کی تربیت کیلئے دولت
کی زندگی کی ہرگز زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ یہ دنیا سیکڑوں بلکہ ہزاروں غربا
کیونکر علوم و فنون کے بانی اور موجد ہوتے۔ بلکہ یہ کہنا بہت صحیح ہے۔ کہ دولت اکثر مضر بلکہ
ترقی کی سدراہ ہوتی ہے۔ دولتمند انسان کو اکثر اپنی قوت اور استقلال پر بھروسا نہیں
ہوتا اُسے مصیبتوں اور تکلیفوں کے برداشت کرنیکی جراءت نہیں ہوتی۔ بیشک اگر انسان
محنتی اور جفاکش ہو اور ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دے۔ تو غربت آفت جانی
ہونے کے بدلے اُسکے حق میں رحمت یزدانی کا کام کریگی

دولت عیاشی کا سامان بہت جلد مہیا کرتی ہے۔ اور انسان کو اکثر ذلیل
اور خوار بنا کر انسانیت کے درجہ سے گرا دیتی ہے۔ اس لئے انسان جو باوجود
دولتمند ہونے کے بگاڑنے والے عیش و عشرت کو لات مار کر اپنے ابنائے
جنس کی بہی خواہی میں مصروف ہو۔ محنت کے دہندے میں پہنسا ہے
بیشک فخر اور تعظیم کے قابل ہے۔ انگلستان کی ترقی صرف اسی وجہ سے
ہوئی۔ کہ وہاں کے اُمرا کاہلی سے متنفر اور کام کے آدمی ہیں۔ وہ ہمیشہ
ایسے کاموں میں مصروف اور سرگرم رہتے ہیں۔ جن پر ان کے ملک

ان کی قوم اور ان کی سلطنت کی ترقی منحصر ہے۔ ہر ممبر پارلیمنٹ ڈربی[1]
اور اس کے علاوہ اور لوگ مثلاً
رسل[2] ۔ ڈزریلی[3] ۔ گلیڈسٹون[4] کیسے محنتی اور جفاکش ہیں۔ سر
رابرٹ پیل[5] اور لارڈ برہم[6] صاحب بھی کیسے سخت محنتی تھے۔ لارڈ
برہم صاحب نے ساٹھ برس تک اپنے ملک کی خدمت کی۔ جب

---

[1] ڈربی انگلستان کا رہنے والا اور پارلیمنٹ کا ایک نامی ممبر گزرا ہے۔ بہت سے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہا۔ ایک بار سنہ ۱۸۶۶ء میں وزیر اعظم کا عہدہ بھی حاصل کیا۔ انگلستان کے شہر لنکاشائر میں سنہ ۱۷۹۹ء میں پیدا ہوا ابھی تک زندہ ہے۔

[2] رسل صاحب انگلستان کے رہنے والے اور پارلیمنٹ کے ایک مشہور ممبر تھے۔ یہ بھی ایکبار انگلستان کے وزیر امور خارجہ مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے کئی مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شہر لنڈن میں سنہ ۱۷۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ابھی تک زندہ ہیں۔

[3] ڈزریلی صاحب۔ ان سے ناظرین شاید واقف ہونگے۔ لارڈ بیکنسفیلڈ انہیں کا خطاب ہے۔ انگلستان کے مشہور وزیر اعظم ہیں۔ انہیں کی جگہ پر آجکل گلیڈسٹون صاحب وزارت کا کام کرتے ہیں۔ انکی تصانیف بہت مشہور اور معروف ہیں سنہ ۱۸۰۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹ اپریل سنہ ۱۸۸۱ء میں مر گئے

[4] گلیڈسٹون صاحب۔ وزیر اعظم انگلستان۔ ایک عجیب و غریب شخص ہیں۔ انکی فصاحت بیانی ضرب المثل ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ علمی لیاقت انکی بہت عمدہ ہے سنہ ۱۸۰۹ء میں بمقام لیورپول پیدا ہوئے تھے

[5] سر رابرٹ پیل صاحب انگلستان کے رہنے والے ہاؤس آف کامنس کے مشہور ممبر اور بڑے تاجر تھے۔ شہر لنکاشائر میں پیدا ہوئے تھے۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں مر گئے۔

[6] لارڈ برہم۔ اسکاٹلینڈ کے شہر اڈنبرا میں پیدا ہوئے تھے۔ بہتیرے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے۔ ایک زمانہ تک بیرسٹری بھی کی۔ پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے۔ نہایت فصیح البیان تھے۔ سنہ ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۸۶۸ء میں مر گئے

یہ اس سن کو پہونچے جس میں عموماً انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اب چند روز
آرام اور بیکاری میں بسر کروں۔ اس وقت صاحب علوم کی تحقیقات میں مصروف
ہوئے۔ اور کیسے کیسے عمدہ رسالے اور کتابیں علوم و فنون کی تصنیف کیں ایکدفعہ
انکو ایک شخص نے یہ صلاح دی کہ اب آپ بوڑھے ہوئے صرف اتنی محنت
کیا کیجئے جس قدر تین جوان صحیح المزاج کر سکتے ہوں لیکن انکو تو محنت سے عشق تھا
یہ ایسی محدود محنت پر کیونکر قناعت کر سکتے تھے۔

امیروں ہی میں سے ایک دوسرے محنتی سرلے بلورلٹن[1] کا حال سنو
مصنفوں میں ان سے بڑھکر بہت کم آدمیوں نے کامیابی حاصل کی ہوگی ایک
فن ہیں ہو تو ایک فن میں ناول نویسی۔ شاعری۔ ڈراما نویسی۔ مورخی۔ وقائع نگاری
فصیح البیانی۔ قانون دانی سب ہنروں میں انکی تصانیف ہیں اور سب میں طاق
تھے۔ وجہ کیا ہے انہوں نے کیوں اس قدر ترقی کی؟ بس صرف اسی وجہ سے کہ انہوں نے
اس ظاہری اور دہوکے کے عیش عشرت کو نفرت کی نظر سے دیکھا اور رات دن
اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ انگریزی مصنفوں میں شاید ہی کوئی دوسرا مصنف
ہوگا جس نے انکی طرح اتنی کتابیں لکھی ہوں اور وہ ایسی ہی عمدہ لکھی ہوئی ہوں۔ اور
بڑی تعریف کی بات تو یہ ہے۔ کہ یہ ساری محنت انہوں نے آپ اپنے خوشی سے
اپنے ذمہ لی تھی۔ دولتمند آدمی تھے۔ چاہتے تو رات دن سیر و شکار۔ تماشہ گاہوں
اور غیر ملکوں کی سیر۔ دعوتوں اور سینکڑوں عیش و راحت کے کارخانوں میں
اپنی عمر عزیز بسر کرتے لیکن یہ کہاں؟ یہ تو اپنے شوق کی محنت میں مصروف
تھے۔ تصنیف ہی انکا بڑا کھیل اور کتابوں کا لکھنا ہی انکا بڑا تماشہ تھا۔ پہلے پہل

---

[1] سرلے بلورلٹن۔ ابھی چند روز پہلے جو ہمارے گورنر جنرل بہادر تھے۔ انہیں
کے باپ کا یہ نام ہے۔ یہ انگلستان کے ایک نامی مصنف تھے ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے تھے

انہوں نے چند اشعار تصنیف کرکے چھپوائے لیکن کسی نے بھی انکی قدر نہ کی تب تو انہوں نے ہمت کرکے ایک ناول تصنیف کیا۔ اسکو بھی کسی نے نہ پوچھا غور کی جگہ ہے اگر کوئی کمزور دل کا آدمی ہوتا تو پھر تصنیف کا نام تک نہ لیتا لیکن شاباش ہے انکی ہمت اور استقلال کو کہ انہوں نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ دیا پھر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اب تو انکی شہرت روز بروز زیادہ ہوتی چلی ۳۰ برس تک برابر کتابیں تصنیف کرتے رہے اور اس ذریعہ سے جیسا نام اور جو شہرت انہوں نے پیدا کی وہ ایک جہان پر روشن ہے۔

مسٹر ڈزریلی صاحب بھی بڑے محنتی آدمی ہیں پہلے پہل انہوں نے بھی تصنیف ہی کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کرنی چاہی۔ مگر ناکامیاب رہے لیکن اس پر بھی ہمت ہار کر بیٹھ نہیں رہے۔ اور یہ مثل تو حق ہے کہ "استقلال ایک نہ ایک دن فتح پاتا ہے" آخر لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ ان کے قلم میں زور اور تحریر میں قوت ہے۔ اپنی فصیح البیانی میں یہ بھی پہلے پہل ناکامیاب ہی رہے تھے۔ ہاؤس آف کامنس میں جو پہلی مرتبہ انہوں نے اسپیچ دی تو لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے۔ بعضوں نے کہا کہ "نقال ہے۔ نقل کرنے آیا ہے" کسی نے کہا "ارے میاں سانگ لایا ہے" غرض جو جسکے دل میں آیا اس اول اسپیچ کے بدلے میں پھبتیاں اڑ گیا۔ لیکن خود مسٹر ڈزریلی صاحب نے جو اپنی اس اسپیچ کے اخیر میں کہا وہ البتہ یاد رکھنے کے قابل جملہ ہے "میں نے بہت سے کاموں کو شروع کیا اور آخر کو کامیاب ہوا۔ اب میں بیٹھتا ہوں لیکن وہ زمانہ آویگا جب آپ لوگ میری باتوں کو بغور سنینگے" فی الحقیقت وہ زمانہ آ گیا اور انکی وہ پیشگوئی سچی ہوئی کہ آج کل ڈزریلی صاحب انگلستان کے نامی بولنے والوں میں سمجھے جاتے ہیں یہ آج کل کے نوجوانوں کی طرح ایک مرتبہ ناکامیاب ہونے کی سبب شکستہ دل ہو کر بیٹھ نہیں رہے۔ بلکہ اپنی اسپیچ کے عیبوں پر غور کرنے لگے۔ پارلیمنٹ کی بحثوں کو پڑھنا شروع کیا۔ اپنے سامعین کا مذاق دریافت کرنے لگے اور آخر کامیاب ہوئے

جتنی مثالیں کہ بیان ہوئیں یا آئندہ بیان ہونگی۔ اُن سے صاف ظاہر ہے کہ شخصی محنت سے بہت ترقی ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی ضرور بہت صحیح ہے کہ اس زندگی میں جو نفع ہم دوسروں کی عمدہ زندگی۔ عمدہ اقوال۔ عمدہ چال چلن سے پاتے ہیں۔ وہ بہت کاروبار بلکہ ہماری زندگی میں بہت معین و مددگار ہوتے ہیں۔ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک انسان ایک دوسرے سے مدد لیتا ہے۔ اور جو لایق ہوتا ہے۔ وہ کسی کا احسان فراموش نہیں کرتا بلکہ اس کا اقرار کرتا ہے۔

ٹاک ول[۱] صاحب بہت ہی عالی خاندان تھے۔ انکے والد فرانس کے ایک معزز آدمی تھے۔ انکی ماں بھی ایک بہت ہی دولتمند اور معزز عورت تھیں خاندانی عزت کی وجہ سے یہ نوراً جج مقرر ہوگئے۔ لیکن انکو یہ عہدہ کچھ ایسا ناپسند ہوا کہ استعفا دیکر امریکہ روانہ ہوگئے۔ انکے بحری سفر کا ایک ساتھی راقم ہے کہ صاحب کو کاہلی سے قطعی نفرت تھی۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کام کرتے ہی رہتے تھے صاحب موصوف نے خود اپنے ایک دوست کو ایک خط لکھا تھا اسکا مضمون کیا خوب ہے کہ "زندگی میں کوئی بھی ایسا وقت نہیں جسمیں انسان بالکل معطل رہ سکے کیونکہ ہر وقت اُسے بیرونی یا اندرونی کوشش اور محنت ضرور کرنی پڑتی ہے۔ میں انسان کو ایک ایسا مسافر سمجھتا ہوں جو سرد ملکوں کی سیر کر رہا ہو وہ جتنا آگے بڑھیگا اُسے تیز چلنا ہوگا۔ ورنہ سردی کی شدت سے پریشان ہوجائیگا روح کی بہت بڑی بیماری اسکا افسردہ ہوجانا ہے۔ اس بیماری سے نجات پانے کے لیئے ہر انسان کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہنا چاہیئے"

[۱] ٹاک ول صاحب فرانس کے ایک نامی شخص گذرے ہیں۔ ایک زمانہ تک وزارت کا کام بھی انجام دیا تھا۔ ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۱۸۵۹ء میں مرگئے۔

باوجود اس کے کہ ٹاکول صاحب شخصی محنت اور کوشش کے اس قدر قابل تھے لیکن اس بات کا ان کو بھی اقرار تھا کہ دوسروں کے چال چلن اور عمدہ زندگی انسان کی ترقی میں بہت کچھ معاون اور مددگار ہوتے ہیں صاحب نے اپنے ایک دوست کو خط میں لکھا "بھائی جتنا مجھ کو تم پر اعتماد ہے کسی پر نہیں ہاں لوگوں نے میری زندگی پر اثر پہنچایا ہے۔ لیکن سوائے تمہارے کسی کا اثر میرے اصول زندگی پر نہ ہوا" اپنی بی بی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں "میں مریم (انکی بی بی کا نام تھا) کی وجہ سے نیک چال اور نیک مزاج بنا ہوں مجھ سے تحصیل علوم میں سخت محنت نہیں ہوسکتی۔ مجھے پورا یقین ہے کہ عالی خیال اور عمدہ سمجھ کی عورت جیسی شوہر کے چال چلن پر اپنا اثر پہونچاتی ہے اور پست خیال کی عورت اپنے شوہر کو ذلیل اور خوار بنا کر رہتی ہے"

غرض نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا چلن سینکڑوں طرح کے اثر سے موثر ہوتا ہے کبھی وہ دوسروں کے نمونہ اور مثال سے جسے وہ دیکھتا ہے اثر پاتا ہے کبھی وہ کتابوں کو پڑھکر ہدایت پاتا ہے کبھی وہ اپنے دوستوں اور جلیسوں کی صحبت سے فیض اٹھاتا ہے کبھی وہ اپنے باپ دادوں کے عمدہ اقوال سنکر سیکھتا ہے۔ یہ سب اثر بہت زیادہ موثر سہی لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انسان کو اپنی بھلائی کے لئے آپ ہی بہت کچھ کرنا ہوتا ہے۔ اسے اپنی ہی کوشش سے برائی یا بھلائی کی راہ میں چلنا ہے۔ دنیا کے عاقلوں اور نیکوں نے عمدہ صحبتوں سے جو نفع پایا ہو۔ لیکن غور کرکے دیکھئے تو وہ سب کے سب آپ اپنی مدد کرنے والے تھے اور بہت بڑے مدد کرنے والے تھے

دوسرا باب

ہمت اور دلیری

اگر خارے بود گلدستہ گردد ‏ ‏ بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد

ہمت اور دلیری کا حاصل کرنا نہایت ہی ضروری ہے کسی عمدہ کام کو بہت ہی مستعدی سے کئے جانا بس یہی سچی بڑائی ہے سچی عظمت بڑا آدمی ہونیکی بنیاد ہے ہمت اور دلیری ہی سے انسان اس دنیا میں مصیبتیں جھیلتا ہوا دنیا بھر کے بکھیڑوں کو اپنے سامنے سے دور کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ جو کام ذہانت سے نہیں نکلتے وہ اس سے نکلتے ہیں کسی کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے لیاقت اور قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی استقلال سے برابر محنت کرنیکی۔ اسلئے ہم کہ سکتے ہیں کہ دلیری ہی انسان کی کل قوتوں کا چشمہ ہے۔ بلکہ خود یہی جیز انسان ہے۔ یہ ہر قوت کو متحرک کرتی ہے۔ تمام کوششوں میں جان ڈالتی ہے سچی امید کی بنیاد اسی پر ہے۔ اور امید ہی سے یہ تلخ زندگی شیریں ہوتی ہے۔ ایک بہت بڑے شخص کا کیا عمدہ قول ہے "افسوس انپر جنکا دل پست ہے" فی الحقیقت استقلال اور ہمت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ اسکے سامنے سب نعمتیں ہیچ ہیں جب میں غربا میں سے کسی کو دیکھتا ہوں کہ صبر سے مصیبت کا مقابلہ کر رہا ہے سچائی کے ذریعہ سے قدم ڈگانیوالے زور اور جھوٹ پر فتح حاصل کر رہا ہے۔ اس کے اعضا چور چور ہیں۔ پاؤں سے خون ٹپک رہا ہے مگر ایک ہمت ہی کے سہارے پر وہ آگے بڑھا چلا جاتا ہے۔ وہ

اسی سہانے پر وہ آگے بڑھا چلا جاتا ہے۔ قدم نہیں رکتا۔ تیوری پر بل تک نہیں لاتا۔ اپنی تکلیفوں کا تصور بھی نہیں کرتا۔ مڑ کر بھی نہیں دیکھتا۔ بس اپنی ایک دھن میں مستغرق ہے۔ اسوقت میں نہیں کر سکتا کہ مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے

آفرین باد بریں ہمت مردانہ او

بڑی خواہش اور آرزو جوانوں کے دل میں ایک قسم کی بیماری پیدا کرتی ہے جس سے وہ اپنے اوقات عزیز کو صرف خیالی پلاؤ پکانے اور لایعنی منصوبے باندھنے میں ضائع کرتے ہیں۔ جسوقت کسی مقصد یا کسی کام پر مستعد ہونا چاہیے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہو اور اسی وقت اسمیں ہاتھ لگا دو۔ پھر کبھی اسمیں بہتیری مصیبتوں کو نہایت خوشی سے سر پر اٹھا لینا چاہیے کیونکہ وہ ہماری تعلیم اور تجربہ کے لیے نہایت ہی ضروری ہیں۔ ہاگ مار صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک اسکول میں اچھی طرح پر تعلیم پائی۔ وہ اسکول یہی دنیا تھا جسمیں محنت اور مصیبت دو بڑے چست و چالاک اُستاد تھے۔ جو شخص اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں پیش و پیش کرتا ہے اُسکو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ضرور ناکامیاب ہوگا۔ تھوڑی لیاقت والے آدمی بھی اگر محنتی اور مستقل مزاج ہوں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ **فوئل بکسٹن** صاحب وانجیل مقدس کے مطابق فرماتے ہیں کہ جو کام تیرے ہاتھ میں آئے، تو اسے اپنی کل قوت سے انجام دے۔

لہ ہگ مار ملک اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا ایک بہت ہی غریب لڑکا تھا لیکن محنت اور کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی۔ ایک اخبار کا ایڈیٹر مقرر ہوا اس نے علم جیالوجی و معدنیات کو بڑی ترقی دی۔ ۱۸۰۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۵۶ء میں مر گیا۔

لہ فوئل بکسٹن صاحب انگلستان کا ایک امیر کبیر تھا۔ اس نے بردہ فروشی کے موقوف کرنے میں بہت کوشش کی۔ بہت دنوں تک پارلیمنٹ کا ممبر رہا۔ ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۴۵ء میں مر گیا۔

یہ بڑے محنتی آدمی اور دنیا کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ وہ اپنی اس عظمت کی وجہ خود رقم کرتے ہیں کہ "میں ہر ایک کام کے وقت اس کام کیلئے پورا آدمی تھا یعنی جسوقت جونسا کام مجھکو پیش آیا۔ میں اسی وقت اپنی تمام قوتوں۔ پورے حواسوں۔ سارے اعضا سے اسمیں لگ گیا۔

دلیر اور ہمت والے سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ اور عجیب بات تو یہ ہے کہ ان کی باتیں۔ ان کے مقصد کے نتیجے کبھی پہلے ہی سے کچھ کچھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ فرانس کا ایک فوجی افسر اپنے کمرے میں ٹہلتے وقت کہا کرتا تھا کہ میں ملک فرانس کا ایک بہت بڑا نامی سپہ سالار ہونگا اور مارشل کا خطاب پاؤنگا۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ فی الحقیقت وہ بڑا نامی سپاہ سالار اور فرانس کا مارشل ہوکر مرا۔

مسٹر واکر صاحب راقم ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بیمار تھے۔ بہتیرا علاج کیا پر کچھ کارگر نہوا۔ تب تو ہمت کرکے انہوں نے یہ قصد کیا۔ کہ اب ضرور تندرست ہو جانا چاہئیے۔ چنانچہ وہ ہو گئے!!

مگر یہ ہمت کا زور آور اور مجرب نسخہ ایسا بھی نہیں ہے کہ ہر حالت میں اس کا استعمال کیا جائے۔ ہر چند اسمیں بھی شبہ نہیں کہ جسم پر روح کا بہت بڑا اور ہر وقت اختیار ہے۔ لیکن قوائے جسمانی سے اتنا بھی کام نہیں لینا چاہئیے کہ کمزور ہو کر تباہ ہو جاویں۔ ایک بار مولی لاک اسپین کا سردار بڑا بیمار پڑا ہوا تھا اور اسکی فوج پرتگال والوں سے لڑ رہی تھی۔ جب اس نے یہ خبر سنی کہ میری فوج قریب بہ شکست ہے۔ تو اس سے نہ رہا گیا ہمت نے جوش مارا روح نے جسمانی قوا پر اپنا پورا اثر کیا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور میدان میں جا کر اپنی فوج کے آدمیوں کو للکارا اور آپ آگے بڑھ کر دشمنوں سے مقابل ہوا۔ اسکو لڑتے دیکھکر فوج میں جان آگئی خوب جی کھول کر لڑے یہانتک کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ جی جان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس فتح یابی کے بعد وہ بیچارہ بیمار سردار واپس آیا اور پلنگ پر بیٹھتے ہی مر گیا!! یہاں صاف ظاہر ہے کہ روحانی قوا نے جسمانی قوا سے بہت ہی

سخت کام لیا۔ اور یہ بڑی غلطی ہوئی۔

ہمت ہی سے انسان جو کچھ چاہے کر سکتا ہے اور جو جیسا چاہے ویسا ہو سکتا ہے
ایک بزرگ اکثر کہا کرتے تھے کہ "تم وہی ہو جو ہونا چاہو" کیونکہ اگر خدا کی
مہربانی شامل حال ہے۔ تو انسان جس کام میں سچے دل پوری ہمت سے ہاتھ لگائیگا
بیشک اس میں کامیاب ہوگا۔ ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کوئی شخص منکسر صابر
سخی ہونا دل سے چاہتا ہو اور نہ ہوا ہو۔ کوئی بڑھئی ایک کرسی مجسٹریٹ
کے اجلاس کے قابل بہت جی لگا کر بنا رہا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا
کہ بھائی تو اسمیں اتنی محنت کیوں کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میاں
جب میں مجسٹریٹ ہونگا۔ تو اسپر آرام سے بیٹھ کر اجلاس کرونگا۔ کیا حیرت ہے
کہ یہ بڑھئی آخر مجسٹریٹ ہوا اور اسی کرسی پر بیٹھا!!!

منطق والے جبر و اختیار کے مسئلہ میں جو چاہیں بک لیں لیکن ہر شخص
تجربے سے صاف دیکھتا ہے کہ وہ بھلائی یا برائی کے اختیار کرنے اور چن لینے
میں پورا مختار ہے۔ یعنی وہ تنکے کی طرح دریا میں بہتا ہوا چلا نہیں جاتا بلکہ وہ
اچھے تو تیر سکتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ میں موجوں سے لڑ کر کنارے تک پہنچ سکتا
ہوں اور بیشک ہم لوگ اپنے کو پابہ زنجیر نہیں دیکھتے اگر ہم لوگ (خدانخواستہ)
یہیں اسکا الٹا سمجھ لیں۔ تو کاہل ہونے کی خواہش میں مٹی میں مل جاویں
ہماری زندگی کا کل کارخانہ خواہ وہ خانگی ہو یا جماعتی سرکاری ہو یا خدائی
سب اسی اس پر۔ اسی اعتقاد پر مبنی ہے کہ "انسان آزاد ہے اور وہ سب کچھ
کر سکتا ہے۔ ورنہ کیسی جوابدہی کسکا جرم۔ کہاں کا الزام۔ اگر اسکا یقین
نہ ہو کہ انسان اپنی پوری آزادی سے بھلے اور برے دونوں قسم کے کام
کر سکتا ہے دونوں طرف اسکی رغبت ممکن ہے۔ تو پھر اچھے سکھانے نصیحت
کرنے وعظ کرنے جھڑکنے غلطیوں کی اصلاح سے کیا فائدہ اور قانون سے
کیا نفع کونشنس (قوت ممیزہ) ہم سے ہر وقت پکار پکار کر کہتا ہے کہ "تم آزاد ہو" آزاد ہو

بیشک یہی آزادی۔ ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہم لوگوں کی خاص نجی ہے۔ اور بیشک
ہم لوگوں کے اختیار میں ہے۔ ہم چاہیں اسے داہنے پھیریں یا بائیں۔ چاہیں
اس سے نیک کام لیں یا بُرا۔ ہم کبھی دنیا کی خوش آیند اور مرغوب اور للچانے والی
چیزوں کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہماری قدرت اور اختیار میں ہیں۔ ہم
ان کے مالک ہیں۔ ہم چاہیں انہیں قبول کریں یا نہ کریں۔ جب کبھی ہم لوگ
کوئی گناہ کرنے لگتے ہیں۔ تو بیشک اسی وقت کانشنس یا قوت ممیزہ صاف صاف
پکار کر کہتا ہے۔ کہ "کم بخت اب بھی رک جا"

اگر ہم لوگ اپنی خواہشوں کو تابع کرنا چاہیں تو اسمیں ہمکو کچھ ایسی دقت نہ
پڑیگی۔ ایک اندک توجہ اور تھوڑی سی مشق سے بآسانی ممکن ہے۔ بیشک جتنی
کوشش اور ضبط کی اسمیں ضرورت ہوگی۔ اس سے کہیں زیادہ پر ہم لوگ قادر ہیں
لبنی صاحب نے ایک دفعہ اپنے لڑکے سے کہا کہ "بھائی اب تم نے خدا کے فضل سے
ہوش سنبھالا۔ جوان ہوئے۔ ابھی سے اپنے بارے میں کچھ فیصلہ کر لو نہیں تو آخر
اپنی کھودی ہوئی ذلت کی قبر میں پڑے جایا کروگے اور کوئی بھی نہیں سننے کا
بہتیرا ہاتھ پاؤں مارو گے مگر کاہلی اور الکسی کے بھاری پتھر اپنے اوپر سے سرکا نہ
سکو گے" بخشن صاحب کی رائے ہے۔ کہ "اگر جوان آدمی ہمت اور استقلال پر قائم رہے
تو جیسا چاہے ویسا بن سکتا ہے" چنانچہ انہوں نے اپنے ایک لڑکے کو لکھا
کہ "میاں اب تم اس سن کو پہونچ گئے کہ چاہو سیدھی راہ چلے جاؤ یا الٹی۔ خدا نے
تم کو زور و قوت ہمت و استقلال دیا ہے تو اسکو لوگوں پر ظاہر کردو۔ اسکا صرف
دکھاؤ۔ ان قوتوں سے کام لو۔ نہیں تو سمجھ رکھو۔ کہ آخر کاہل اور بیکار آدمی ہو جاؤ گے
اور اگر کہیں (خدا نا کردہ) تم اس حالت کو پہونچ گئے۔ تو پھر بھی اس سے بچنا
آسان نہیں ہے۔ مجھے اسکا یقین ہے۔ کہ نوجوان آدمی جیسا چاہے۔ ویسا
ہو سکتا ہے۔ میں نے جو اتنی ترقی کی اور کامیاب ہوا۔ اسکی وجہ بس یہی ہے
کہ میں نے تمھارے ہی سن میں اپنے کو بدل ڈالا۔ اگر تم بھی دل سے دلیر اور محنتی ہو گے

خواہش کرو اور اس میں پوری کوشش کرو۔ تو اپنی زندگی بھر خوش ہوگے۔ جو
شخص اپنی خواہش کو دنیاوی لذتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اسکی خواہش کی
مثال بعینہ ایک زبردست جن کی سی ہے۔ اسکی بیہوت عقل پر اس جن کا ایسا
زبردست تسلط رہتا ہے۔ کہ وہ بالکل اس کے تابع ہوجاتی ہے وہ زبردست جن جو
کام چاہتا ہے اس سے لیتا ہے۔ لیکن اگر وہی خواہش نیک کاموں اور روحانی
قوتوں کی ترقی کیطرف متوجہ کی جائے تو اسکی خواہش بادشاہ اور عقل اسکا نہایت
عمدہ وزیر بن جائیگی۔ یہ ایک قدیم ضرب المثل ہے۔ کہ جہاں کسی قسم کی خواہش ہے
وہاں اسکی راہ بھی ضرور لگی ہوئی ہے۔" اور سچ مچ اپنے کو کسی کام کے لایق
سمجھنا ہی اس کام کے لایق بن جانا ہے بہت بڑی خواہش میں بہت بڑی قوت
ہے۔ سوارو صاحب جب کسی کو ناکامیاب ہوتے دیکھتے تو کہتے کہ "تمہاری خواہش
ادہوری تھی" نپولین[1] اکثر کہا کرتا کہ غیر ممکن کے لفظ کو لغت سے نکال دینا چاہئے
ایسے الفاظ بیوقوفوں کے لغت میں پائے جاتے ہیں میں نہیں جانتا میں نہیں کہہ سکتا
یہ غیر ممکن ہے اس قسم کے جملوں سے اسکو سخت عداوت تھی۔ وہ اکثر کہا کرتا
کہ "سیکھو۔ کرو آزماؤ"۔ نپولین نے اپنے کو کیا کر دکھایا۔ اسکو تو سب جانتے
ہیں اسکا پیارا مقولہ یہ تھا۔ کہ "پکی مستعدی ہی سچی عقلمندی ہے۔ ایک بار
الپس پہاڑ اسکی فوج کے راستہ پر آگیا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ الپس حائل ہے لشکر
آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ الپس اگر حائل ہے تو الپس نہیں رہیگا۔
چنانچہ اس کے وار پار راہ بنائی گئی! عجیب بات ہوئی کہ جو پہلے محض غیر ممکن نظر آتا تھا

[1] نپولین بونا پارٹ جزیرہ اجیشور کا رہنے والا ایک گمنام شخص تھا۔ دلیری اور لیاقت کی
سے بڑی ترقی حاصل کی۔ فرانس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ مصر پر حملہ کرکے فتحیاب ہوا۔ ۱۸۰۴ء
میں فرانس کا بادشاہ ہوگیا۔ یورپ کے بہت سے ملکوں پر قابض ہوا۔ واٹرلو کی
لڑائی میں انگریزی جرنیل ولنگٹن سے شکست کھائی۔ مقید ہوکر جزیرہ ہلنا میں بھیج دیا گیا
۱۷۶۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۸۲۱ء میں مرگیا

غلاموں کی حالت پر جو انکو رحم آیا۔ اور اس قوم کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا اُسکا
مفصل قصہ یوں ہے کہ انگلستان میں ایک حبشی غلام تھا۔ جو نتھن اسٹرونگ نامی
اس حبشی کو اس کے مالک نے ایسی بیرحمی سے سزا دی تھی کہ وہ لنگڑا اور قریب
قریب اندھا بھی ہو گیا تھا۔ جب اُسکے مالک نے دیکھا کہ اب یہ غلام کسی کام کا نہیں
رہا تو اسے اپنے گھر سے نکال دیا۔ یہ بیچارا غریب بیماریوں اور مصیبتوں میں چور
گلیوں میں بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ ناگہاں ایک مرتبہ شارپ صاحب کی نظر اس پر جا پڑی
دیکھکر رحم آیا۔ اپنے بھائی ولیم کے پاس جو غریبوں کا علاج کیا کرتے تھے اُسکو
ہمراہ لیکے لے آئے۔ یہاں اس شخص کی پوری حفاظت اور خبر گیری
ہونے لگی۔ چنانچہ ولیم صاحب کی حسن تدبیر سے وہ بہت جلد چنگا ہو گیا۔ شارپ
صاحب نے اسکو ایک جگہ نوکری بھی دلوا دی۔ اتفاقاً ایک روز اسکے مالک
نے اسکو دیکھ پایا۔ اور دیکھا خاصہ صحیح سالم پایا۔ پھر تو وہ بیرحم اسکی گرفتاری
کی فکر میں لگا۔ یہاں تک کہ آخر اُس بیچارہ حبشی کو گرفتار کر دیا۔ اور حوالات میں
رکھوایا۔ اس حبشی نے اپنے کو اس سخت مصیبت میں دیکھکر اپنے قدیم محسن کو یاد کیا
اور حوالات ہی سے شارپ صاحب کو ایک خط لکھ بھیجا۔ صاحب امتداد زمانہ
اور کثرت اشغال کے سبب اس حبشی کا نام تک بھول گئے تھے۔ اپنے نوکر سے
فرمایا کہ تحقیقات تو کرو کہ یہ شخص خط لکھنے والا کون ہے۔ شارپ صاحب
کا نوکر حوالات میں گیا۔ اور وہاں کے لوگوں سے اس خط بھیجنے والے
شخص کا نشان اور پتہ پوچھا۔ ان لوگوں نے صاف انکار کیا کہ ہمارے یہاں
اس پتے کا کوئی شخص گرفتار یا قید نہیں ہے۔ تب تو صاحب کے دل میں ایک
شبہ پیدا ہوا۔ خود وہاں گئے اور اس بیچارہ حبشی کو دیکھ بھی آئے اور افسر
[illegible] حوالات کے مالک سے کہتے آئے کہ خبردار جب تک میں لارڈ میئر
کے پاس درخواست نہ دے لوں کوئی شخص اس حبشی کو یہاں سے لیجانے نہ پائے
چنانچہ صاحب ممدوح نے لارڈ میئر کے یہاں درخواست دی۔ اور جن لوگوں نے

بلا کسی جائز حق یا کسی سرکاری وارنٹ کے اُس حبشی کو گرفتار کیا تھا۔ اُن لوگوں کے
نام کا سمن حاصل کیا۔ جب مقدمہ پیش ہوا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ جس مالک نے
اس شخص کو بیچ ڈالا تھا اور خریدنے والا یہ دعوے کرتا ہے کہ یہ حبشی میری ملک ہے
غرض چونکہ لارڈ میئر صاحب کے اختیارات کو حقیقت کے قانون سے کچھ تعلق نہ تھا
اسلئے انہوں نے اس غلام کو چھوڑ دیا۔ تب اس کے ظالم مالک نے جج کی کچہری میں
شارپ صاحب پر نالش کی۔ دعوے یہ تھا کہ شارپ صاحب نے میرا زرخرید مال
مجھ سے چھین لیا ہے۔ اس زمانہ (یعنی ۱۷۶۷ء) میں انگریزوں کی آزادی صرف
کتابوں ہی میں لکھی ہوئی تھی۔ اکثر آدمیوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر ایسٹ انڈیا اور
دوسرے جزائر میں بھیج دیا کرتے تھے۔ حبشی غلاموں کی خرید و فروخت کا اشتہار لنڈن
اور لیورپول کے اخباروں میں صاف صاف چھپا کرتا تھا۔ مثلاً اٹھارویں اپریل
۱۷۶۹ء کے اخبار میں یہ لکھا ہوا تھا کہ "گیٹ ان ہول برن" میں ان دنوں
نامی ایک اچھا مضبوط نیک چلن حبشی بکتا ہے۔ جو حبشی اپنے ظالم مالک کے
ظلم سے تنگ آکر بھاگ جاتا۔ اسکی گرفتاری کے اشتہار دیے جاتے کہ جو کوئی
اسکو گرفتار کریگا اسکو اتنا روپیہ انعام ملیگا۔ غرض غلاموں کی خرید و فروخت
بخوبی جاری تھی۔ کسی طرح کی روک ٹوک نہ تھی۔ ایسے اندھیر اور ظلم کے زمانہ میں
گرینول شارپ نے اس کار خیر اور رفاہ عام خلائق میں اپنے کو ہمہ تن مصروف کر دیا
اگرچہ یہ شخص ایک ادنے کرانی تھا۔ اور کسی طرح کا زور اور اختیار اسکو حاصل نہ تھا
تاہم چونکہ اسکا مزاج ہی استقلال اور ہمت کا چشمہ تھا اور اسکا مقصد بھی عمدہ ترین
مقاصد تھا۔ اسلئے تھوڑے ہی زمانہ میں بخوبی کامیاب ہوا اور انگلستان
کی رعایا کی آزادی کو جو اُس زمانہ تک صرف زبانی شیخی ہی شیخی تھی یقینی کر دکھلایا
اسکی مستقل کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اب سب لوگ مانتے اور اس بات کو
اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی کسی کا غلام ہو۔ انگلستان کی زمین پر قدم رکھتے ہی
آزاد ہو جاتا ہے۔ اور ایک اسکے پہلے ۱۷۲۹ء کا زمانہ تھا جس میں انگریز [illegible]

شارپ صاحب کا کوئی مددگار یا کاصلاح کار تا نہیں ملا صاحب کی محنت اور تحقیقات نے صرف انہیں کو خوش نہیں کیا۔ بلکہ قانون دانوں کو سخت حیرت میں ڈالا۔ شارپ صاحب لکھتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ انگلستان کے کسی قانون کسی فیصلے سے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ جس سے کسی کا غلام بنانا جائز ٹھہرے۔ شارپ صاحب پر یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی تھی کہ انگلستان میں غلامی ہرگز رہ نہیں سکتی۔ صاحب موصوف نے ایک رسالہ بنام انگلستان میں غلامی جائز رکھنے کا ظلم تصنیف کیا اور ۱۷۶۹ء میں اسکو چھپوا کر تمام شہر کیا۔ جب جانتھن اسٹرونگ کے مالک نے دیکھا۔ کہ بے ڈھب آدمی کا سامنا ہے۔ تو تصفیہ کا خواستگار ہوا صاحب نے انکار کیا۔ بالآخر مدعی کو مقدمہ سے دست بردار ہونے کے لئے سرگو تہ خرچہ دینا پڑا۔

شارپ صاحب جہاں کہیں سنتے کہ کوئی شخص ظلم سے پکڑا گیا ہے وہاں فوراً پہونچتے۔ اور اس کی رہائی کا باعث ہوتے۔ بار بیڈوز کے تاجروں نے ایک حبشی میلاس نامی کی بیوی کو زبردستی گرفتار کر کے اپنے ملک میں بھیج دیا تھا شارپ صاحب نے اپنی طرف سے ان پر مقدمہ چلایا۔ اور اس کی بیوی کو انگلستان بلا کر آزاد کرا کر چھوڑا۔

ایک حبشی لوئس نامی رات کے وقت کہیں اکیلا چلا جاتا تھا۔ کہ دو آدمیوں نے اسکو زبردستی پکڑ کر جہاز پر جمیکا روانہ کر دیا۔ ان دو آدمیوں کا ارادہ تھا۔ کہ اسکو جمیکا لے جا کر بیچ ڈالیں جس جگہ یہ واقعہ ہوا تھا وہاں ایک عورت بی بی ٹریاٹ نامی رہتی تھی۔ اس نے اس بیچارے حبشی کا رونا چلانا سنا۔ شارپ صاحب کو جو اس زمانہ میں حبشیوں کے دوست مشہور تھے، اس حال سے مطلع کیا۔ صاحب فوراً اس جگہ گئے معلوم ہوا کہ وہ جہاز جس پر وہ قیدی تھا کھل گیا۔ مجبور صاحب نے جہاز کے رکنے کے لئے فوراً پروانہ حاصل کیا۔ بالآخر جب وہ حبشی لنڈن واپس لایا جا چکا تو شارپ صاحب نے

ان ظالم تاجروں کے نام کہلوا رخت حاصل کیا جیسی ہمت اور چستی کہ شارپ
صاحب نے اس کام میں کی ویسی دوسروں سے ہونی مشکل ہے لیکن واہ رے
صاحب کی اولوالعزمی کہ ایسی چستی پر بھی اپنی سستی کے قائل ہیں!
غرض مقدمہ دائر ہوا اور جج صاحب نے ظالم کو چھوڑ دیا۔ اس زمانہ تک
انگلستان میں حبشیوں کی آزادی ایک تصفیہ طلب بات تھی لیکن شارپ
صاحب اپنے کام پر ویسے ہی مستعد اور قائم تھے سینکڑوں حبشیوں کو ظلم اور
تعدی سے بچاتے رہے۔ آخرش جیمس سمرسٹ کے مقدمہ نے انگلستان کی
آزادی کا پورا تصفیہ کر دیا اس مقدمہ سے انگلستان کی آزادی بکمال اور بے علت
ہوگئی۔ اس کا قصہ اس طرح ہے کہ ایک حبشی سمرسٹ نامی کو ایک تاجر انگلستان میں
پکڑ لایا تھا۔ یہاں جب اس نے دیکھا کہ یہ ضعیف اور ناتوان ہے اور کوئی کام نہیں
نکل سکتا۔ تو مجبور ہو کر اسے چھوڑ دیا چند دنوں کے بعد جب اس نے اس
حبشی کو صحیح اور توانا پایا۔ تو تاجر نے اسے پھر آگھیرا اور اسکی گرفتاری کی فکر
ہوا شارپ صاحب حسب دستور اس حبشی کے طرفدار ہوگئے۔ مقدمہ
دائر کیا گیا۔ لارڈ منس فیلڈ نے یہ فرمایا کہ یہ ایک جمہوری حق کا مقدمہ ہے
اسمیں کل ججوں کی رائے لینی ضرور ہے۔ اسوقت شارپ صاحب نے دیکھا
کہ مجھکو ایک بہت سخت مقابلہ کرنا ہے۔ اسوقت مجھے اپنی پوری کوشش
اور قوت کا استعمال کرنا ضرور ہے۔ لیکن خیریت یہ گزری کہ خدا کے فضل سے
کئی اچھے قانون دان اسوقت صاحب کی طرف ہوگئے۔ غرض مقدمہ پیش ہوا
اور اس بات پر بحث شروع ہوئی کہ یہ شخص انگلستان میں آزاد ہے
یا اسیر رہیگا۔ ان سب بحثوں کا بیان کرنا فضول ہے۔ غرض خوب بحثیں
ہوئیں۔ بالآخر لارڈ منس فیلڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ بیشک یہ بات ہر طرح ثابت
ہوگئی کہ انگلستان میں کوئی غلام نہیں رہ سکتا اسلئے سمرسٹ رہا کیا گیا
اس فیصلہ کی مدد سے شارپ صاحب نے انگلستان سے غلامی کو نیست و نابود

کر دیا۔ اور اب اسوقت کے انگریزوں کا یہ فخریہ دعویٰ کہ کوئی غلام جس وقت
انگلستان کی مبارک زمین پر قدم رکھتا ہے۔ فوراً اسی وقت اُسے آزادی کا
خلعت عطا ہوتا ہے بلاشک سچا ہوگیا۔ سبحان اللہ اس دنیا میں
کیسے کیسے خدا کے نیک بندے پیدا ہوئے ہیں! انہیں کی بدولت
انگریزوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ انہیں کی جوش دلانے والی کوششوں کا یہ
نتیجہ ہوا کہ آجکل اہل انگلستان تہذیب اور شائستگی میں بے مثل گنے جانے
لگے۔ گرینول شارپ صاحب نے اور کون کون عمدہ عمدہ کام کئے اسکی تفصیل
بہت طول ہے۔ انہوں نے ایک جزیرہ سیرا لیون نامی ان حبشیوں
سے بسایا جو جا بجا غلامی کے ظلم سے ستائے جاتے اور بھاگ کر اس جزیرہ
میں آتے۔ اسوقت انگلستان کے انگریز دوسرے ملک یا جزیرہ کا کام کرنے کیلئے
زبردستی جہاز پر سوار کرکے روانہ کیے جاتے۔ اور بیچارے غریب مظلوم
بےقصور جلا وطن اور غریب دیار ہوتے تھے۔ شارپ صاحب نے
اس ظلم کے دفعیہ میں بھی کوشش کرنی چاہی۔ مگر ڈاکٹر جانسن[1] انگلستان کا
نامی ادیب ان کے خلاف میں اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی پرزور تحریر لکھی کہ جسکا جواب
دینا مشکل تھا۔ خود شارپ صاحب راقم ہیں کہ بڑے بڑے الفاظ اور باریک
باریک دلیلیں میرے مقصد کو کبھی آزار نہیں پہنچا سکیں ایسی تقریریں
میرے مضبوط دل کو ہلا نہیں سکتیں۔ اگرچہ مجھے ان دلیلوں کے جواب
دینے کی لیاقت نہیں۔ لیکن پھر بھی میرا دل ان دلیلوں کو ہرگز نہیں مانتا
جب انگلستان اور امریکہ میں لڑائی پھیلی۔ تو گرینول شارپ گورنمنٹ انگلستان
برا سمجھ کر اپنے عہدہ سے دست بردار ہوگئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ ۱۸ برس
نوکری کرتے کرتے۔ مجھے اپنے عہدہ کا کام کرنے میں بہت بڑا لگاؤ ہوگیا تھا

[1] جانسن۔ انگلستان کا ایک بہت بڑا ادیب تھا۔ اسکی تصانیف مشہور اور معروف ہیں
۱۷۰۹ء میں پیدا ہوا تھا اور لنڈن میں ۱۷۸۴ء میں مرگیا۔

اور میری اوقات بسری بھی بظاہر اسی نوکری پر منحصر ہے لیکن جو گورنمنٹ کہ اپنی ایک نیک اور بے گناہ رعایا کا خون کر رہی ہے اسکی نوکری کرنی میں اپنی عزت اور دیانت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ صاحب موصوف نے بہتری سوسائٹیاں بھی قایم کیں اور ایک بہت بڑی سوسائٹی غلاموں کی آزادی کیلئے بھی قایم کی اس زمانہ میں بہتیرے اچھے اور نامی لوگ انکے معین ہوگئے تھے اور وہ خواہش جو پہلے صرف انہی کے دل میں تھی اب عام باشندگان انگلستان کے دلوں میں پھیل گئی تھی۔ کلارکسن[1]۔ ولبر فورس[2] برنجمن[3] جیسے لوگ ان کے دوست اور مددگار تھے۔ ان نیک بندگان خدا کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے قلمرو انگلستان و سلطنت برطانیہ سے غلامی مفقود اور معدوم ہوگئی۔

ان معینوں میں سے بنجمن صاحب کی سوانح عمری غور کرنے کے قابل ہے جب ان کے والد نے قضا کی تھی۔ تو یہ ایک ننھے سے بچے تھے لیکن خدا کے فضل سے انکی ماں ایک نہایت ہی عاقلہ عورت تھیں۔ انکی کوشش ہمیشہ یہ رہتی۔ کہ یہ لڑکا برائیوں سے بچا رہے اور قوت فیصلہ خود اسی کے دل میں پیدا ہو اسکا فیصلہ اور تصفیہ وہ خود ہی کرلے۔ مجھے اس جہان میں کیا کرنا چاہئے۔ جب کبھی کوئی پڑوسی ان سے کہتا۔ کہ بی بی تمہارا لڑکا بہت ہی خود رائے ہے

---

[1] کلارکسن۔ انگلستان کے ایک بہت بڑے ہی خیرخواہ گزرے ہیں۔ ابطال غلامی [illegible] ساعی تھے۔ ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۴۶ء میں مرگیا۔

[2] ولبر فورس۔ انگلستان کے تاجر کا لڑکا تھا۔ یہ شخص بھی انگلستان کے ان بہت بڑے ہی خیرخواہوں میں گزرا ہے۔ ابطال غلامی کی [illegible] [illegible] ۱۸۰۷ء [illegible] [illegible] [illegible] ۔ اسکا [illegible] کا ایک معزز شخص تھا۔ لیاقت علمی اسکی مشہور ہے فصاحت بھی اسکی ضرب المثل تھی۔ پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا کئی عہدوں سے جلیلہ پر ممتاز رہا۔ شہر [illegible] میں ۱۷۵۹ء میں پیدا ہوا ۱۸۳۳ء میں مرگیا

[3] بنجمن۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۰

جو اس کے دل میں آتا ہے وہی کرتا ہے کسی کی نہیں سنتا" تو وہ جواب دیتیں کچھ
مضائقہ نہیں۔ ابھی وہ خود رائے ہے لیکن آخر آپ دیکھئے گا کہ اس کا نتیجہ
اچھا ہی نکلے گا۔ بخشن صاحب نے اسکول میں کچھ بھی نہیں سیکھا۔ یہ اپنے
اسکول میں نہایت ہی کاہل اور نرے بیوقوف تصور کئے جاتے تھے ماسٹر جو کچھ
انہیں لکھنے کو دیتا۔ یہ اُسے دوسرے لڑکوں سے لکھوا لاتے اور خود کھیلا کرتے
پندرہ برس کے سن میں یہ اپنے گھر آئے۔ قد میں بہت لمبے چوڑے کسی مصرف
کے نہیں کشتی کھیلنا۔ شکار کرنا گھوڑے پر چڑھنا کھیتوں میں دوڑتا پھرنا
یا ایک آوارہ شکاری آدمی کے ساتھ دن کاٹنا بس یہی انکا مشغلہ اور یہی
انکا کام تھا۔ یہ شکاری پڑھا لکھا تو نہ تھا لیکن بہت نیکدل تھا اس نے انہیں
جبکہ بخشن صاحب کی عادتیں پختہ ہونے ہی کو تھیں کہ اتفاقاً گرنی خاندان
کے آدمیوں سے انکی ملاقات ہوگئی۔ یہ لوگ نہایت ہی مہذب نیک اور خیرخواہ
خلائق تھے بخشن صاحب لکھتے ہیں کہ اس نیک خاندان کے آدمیوں کی
ملاقات سے میری زندگی کی کثافت اور زنگ کو جلاء یا ملا کہ اسیر جلا کر دی ان
لوگوں نے انہیں محنت اور تحصیل علوم کا شوق دلایا۔ بالآخر بخشن صاحب
نے ڈبلن یونیورسٹی میں پڑھنا شروع کیا۔ اور جب اپنے امتحان میں کامیاب ہوکر
اور یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کرکے گھر لوٹے تو اسی گرنی خاندان کی ایک
لڑکی سے شادی کی اور کرانی کا کام کرنے لگے۔ یہ ایسا جرات اور ہمت والا آدمی تھا
کہ کبھی کسی کام میں بے دل نہیں ہوتا تھا۔ وہی لڑکپن کی خود رائی اب انکی بناوٹ
چالاکی اور دلیری کا ایک جزو اعظم ہوگئی۔ ان کا قد چھ فٹ ۴ انچ تھا اسی لئے
ان کے دوست ہنسی سے ان کو بخشن ہاتھی کہا کرتے تھے۔ یہ شخص جس کام کو
اسکو کبھی نہیں چھوڑتا۔ ایک تجارت کے کارخانہ میں یہ شریک اور منیجر مقرر
ہوئے۔ انہوں نے اس بڑے کارخانہ کو ایسی عمدگی اور خوش انتظامی سے چلایا
کہ اس کارخانہ میں جان آگئی۔ انکی بے مثل تدبیر دل کا اثر یہ ہوا کہ کارخانہ ہر رنگ

دریشہ میں تیر گیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے قانون کی بہتیری کتابیں پڑھیں
کتابوں کے پڑھنے کے بارے میں انکی یہ نصیحت ہے کہ جب کسی کتاب کو
شروع کرو۔ تو ضرور اس کو ختم بھی کرو۔ اور کبھی کوئی کتاب ختم نہیں ہوسکتی
جب تک اُس کے مضامین تمہارے اپنے نہ ہو جائیں۔ کسی کتاب کے
ہر صفحوں کو دیکھ جانا بس یہی اس کا ختم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کتاب کا
پورے طور سے مالک ہو جانا۔ اس کے ہر مضمون ہر باریکیوں کا اپنے قبضہ میں
آجانا۔ بس یہ بیشک اس کتاب کا ختم ہونا کہا جاسکتا ہے۔ جب کسی کتاب کو
پڑھو۔ تو پورے دل اور پورے دماغ سے پڑھو۔ بکسٹن صاحب جب
بتیس برس کے ہوئے۔ تو پارلیمنٹ میں داخل ہوئے اور غلاموں کی آزادی
میں بہت کچھ زور مارا۔ گرنیم خاندان کی ایک عورت سے انکی ملاقات ہوگئی
تھی۔ اس عورت کا نام پریس سیلا تھا۔ یہ عورت بہت ہی ذہین اور اوصاف
حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ تھی۔ سنہ ۱۸۲۱ء میں اس نے قضا کی۔ مرتے
وقت اس نے کئی بار بکسٹن صاحب کو اپنے پاس بلایا۔ اور انکو بہت تاکید سے
کہا کہ "بھائی دیکھنا غلاموں کی آزادی کا بڑا خیال رکھنا" بکسٹن اس عورت کی
وصیت کو کبھی نہ بھولے۔ بلکہ اسکی یادگاری کے لئے اپنی ایک لڑکی کا نام
پریس سیلا رکھا۔ اس نیک بخت مرحومہ عورت کی نیکی کی تاثیر دیکھئے کہ جس دن
یعنی سنہ ۱۸۳۴ء میں یہ لڑکی بیاہ کر اپنی سسرال گئی۔ اتفاق سے اسی دن
قلمرو برطانیہ سے سارے غلام آزاد ہوگئے۔ چنانچہ بکسٹن صاحب نے
اپنے ایک دوست کو خط لکھا تھا کہ "بھائی دلہن ابھی اپنی سسرال رخصت
ہوئی ہے۔ اور سب باتیں خدا کی مہربانی سے بہت اچھی طرح سے ہوگئیں
اب آج ایک غلام بھی قلمرو برطانیہ میں نہیں رہا۔"
بکسٹن صاحب کوئی بڑے ذہین آدمی نہ تھے۔ اور نہ کچھ ایسے بڑے عالم
اور نہ کسی امر کے موجد ہی تھے۔ لیکن صرف ایک بڑے کوشش کرنیوالے

پیچھے مستعد اور دلیر آدمی تھے۔ چنانچہ اپنے چال چلن کا حال انہوں نے خود لکھا ہے۔ اور بیشک وہ اس قابل ہے۔ کہ اُسکو ہر جوان آدمی اپنے دل پر نقش کالحجر کرلے۔ جیوں جیوں میری عمر بڑھتی جاتی ہے۔ مجھے اس بات کا زیادہ تر یقین ہوتا جاتا ہے۔ کہ کمزور اور دلیر بڑے اور چھوٹے انسان میں امتیاز اور فرق صرف دلیری اور مضبوط ارادوں ہی سے ہے۔ جب کوئی شخص کسی کام کے کرنے پر مستعد ہو۔ تو اسکو چاہئیے۔ کہ ضرور پہلے ہی سمجھ رکھے کہ بس اب موت ہے یا فتح اور پھر درمیان میں اس کام کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہ دے۔ بس "یا تن رسد بہ جاناں یا جان زتن برآید" بس یہی ایک ایسی قوت ہر انسان میں دیگئی ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ دنیا بھر کے کام ضرور کرسکتا ہے ورنہ یہ دو پاؤں کا جانور کیسا ہی ذہین اور کیسے ہی عمدہ حالت اور عمدہ موقع میں کیوں نہو۔ ہرگز ہرگز انسان نہیں بن سکتا۔

تیسرا باب

محنت اور استقلال

گویمت لفظے خدارا گوش دار ... گر تو مردی محنتے کن پائے دار
شرم گرداری بیاموز از مگس ... محنت روزینہ باطیب نفس

اس زندگی میں بہت بڑے بڑے کام آسان ذریعوں اور اوسط درجہ کی لیاقت ہی سے ہوتے ہیں۔ روزمرہ کی ضرورتیں فکر اور فرائض ایسے ہیں کہ اگر انسان ان پر غور کرے۔ تو بہت اچھا تجربہ حاصل کرسکتا ہے۔ اگر ترقی کو ایک راہ تصور کریں۔ تو یہ راہ بعض نیکیوں کی قدیم سڑک پر بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ نیکیاں کیا ہیں؟ وہی محنت۔ سچائی۔ استقلال اور دیانتداری

لوگ دولت کو اندہی کہکر بدنام کرتے ہیں لیکن سچ پوچھو تو دولت ایسی اندہی نہیں ہے جتنے اندہے آدمی ہیں۔ اگر انسان کے عملی حصہ پر غور کیا جائے تو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دولت محنتیوں ہی کی طرفدار ہے ہوا اور موج اچھے جہاز رانوں ہی کی بہی خواہ ہے۔ صحیح کوشش اور کامیابی ایک ساتھ چلتی ہے۔ وہ چیزیں جو کامیابی کے لئے لازم و ملزوم ہیں وہ بہت عجیب و غریب نہیں ہیں۔ انہیں ہم دو لفظوں میں کہے دیتے ہیں وہ عام عقل اور مستقل محنت ہے۔ ذہانت اس کے لئے کوئی ضروری لازمی نہیں ہے اعلیٰ درجہ کے ذہین بھی چونکہ محنتی تھے اس لئے اس درجہ پر پہنچے بیشتر عقلا اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں کہ ذہانت اور منجھی ہوئی عام عقل میں کچھ فرق بھی ہے۔ چنانچہ جان فاسٹر[1] صاحب لکھتے ہیں کہ ذہانت بس یہی فطرتی نور کو روشن رکھنے کا نام ہے۔ بفن[2] صاحب کی رائے میں ذہانت اور صبر یعنی مشکلوں کی برداشت کی قوت دو چیزیں نہیں ہیں۔

انگلستان کے کل علماء آج اس بات پر متفق ہیں کہ نیوٹن[3] ذہانت میں اپنے وقت کا یکتا تھا اسوقت کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ لیکن جب اس سے بھی لوگوں نے ایک بار پوچھا کہ "آپ نے اتنی نئی باتیں کیونکر نکالیں؟" تو اس نے یہی جواب دیا کہ چونکہ میں برابر سوچتا رہا۔ ایک بار لوگوں نے اس سے

[1] جان فاسٹر شہر ہیلیفکس میں جو انگلستان کے صوبہ یارکشائر میں واقع ہے، پیدا ہوا تھا اسکی عبارت بہت عمدہ اور خیالات اعلیٰ تھے اسکی تصنیف کی ہوئی کتاب کا نام ڈسیشن آف کیریکٹر "قوت فیصلہ" ہے۔ ۱۷۷۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۳ء میں مر گیا

[2] بفن صاحب شہر برگنڈی میں پیدا ہوا تھا۔ علم طبعی میں اس نے بڑی لیاقت حاصل کی تھی ۱۷۰۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۸۸ء میں مر گیا

[3] نیوٹن ملک انگلستان کا مشہور اور بڑا نامی حکیم تھا جسکی معلومات اور ایجاد کئے ہوئے مسئلوں پر کل انگریزوں کو ناز ہے ۱۶۴۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۲۷ء میں مر گیا۔

سوال کیا کہ آپ پڑھتے کس طرح ہیں؟ جواب دیا کہ مجھے جب کسی مضمون کو سمجھنا اور دریافت کرنا ہوتا ہے۔ تو اس مضمون کو دل کی نظر کے سامنے رکھے رہتا ہوں۔ اور اس بات کا منتظر رہتا ہوں کہ حق کی روشنی جلوہ گر ہو۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف ہو جاتا ہے اور پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ نیوٹن پر کیا منحصر ہے جتنے کامیاب تھے سبھی محنتی تھے۔ نیوٹن کا تو یہ حال تھا کہ جب ایک کام کرتے کرتے تھک جاتا تو دوسرے کام میں ہاتھ لگا دیتا۔ اور کہتا کہ میں اسی کو تفریح سمجھتا ہوں"

محنتیوں نے دنیا میں ایسے ایسے نمایاں کام کئے۔ کہ بعض حکماء تو اس شبہ میں آگئے۔ کہ آیا ذہانت سے بھی کوئی نفع ہے یا نہیں۔ بعض کی رائے تو یہاں تک گئی کہ ہر شخص شاعر مقرر اور مصور ہو سکتا ہے

مسٹر جے۔ پی بڈر صاحب انگلستان کے ایک بڑے نامی انجینیر گزرے ہیں۔ انکی زبانی حساب بنانے کی لیاقت بہت مشہور ہے۔ صاحب موصوف اپنی ترقی کیوجہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جو خوب غور کیا اور اپنے دل و دماغ میں تولا تو دونوں میں کوئی تفرقہ نہیں پایا اگر کچھ تفرقہ کہا جا سکتا ہے تو بس اتنا ہی ہے کہ میں نے چونکہ زبانی حساب بنانے میں کچھ زیادہ محنت کی تھی اسوجہ سے دوسروں سے زرا جلد حساب بنا لیتا ہوں۔ بڈر صاحب کا باپ مستری تھا۔ ان کے بھائی نے بچپن میں انکو سو تک گننا سکھلا دیا تھا۔ یہ بچپنے میں برابر سو تک گنا کرتے۔ عددوں سے گویا انہیں ایک قسم کی موانست ہو گئی تھی۔ چند دن کے بعد انہوں نے چند دانوں کو جمع کر کے آپ سے آپ پہاڑا یاد کرنا شروع کیا۔ چنانچہ اس طرح سے دس تک کا پہاڑا انہوں نے اچھی طرح یاد کر لیا۔ ان کے گھر کے پاس ایک لوہار رہتا تھا۔ یہ اس کے یہاں اکثر جا کر بیٹھا کرتے۔ ایک بار کسی نے پوچھا۔ کہ نو ۹ کتنا ۹ صاحب نے

فوراً جواب دیا۔ "اکاسی"۔ پھر تو لوگوں نے ان سے چھوٹے چھوٹے کئی سوالات
کئے۔ اور سب کا ٹھیک ٹھیک جواب پاکر سب حیرت میں آگئے۔ پھر تو اس کا
تذکرہ پھیلا۔ جو شخص ان سے سوال پوچھتا ہے اور خوش ہوکر پانچ پیسے بطور
انعام دیتا ہے۔ انعام اور تعریف نے صاحب دل کو حساب کی طرف اور بھی متوجہ کیا
پھر تو انہوں نے جزرات کا پہاڑا سیکھا اور اس کے بعد کروڑ تک کا پہاڑہ یاد کیا۔ اس
اس لڑکے کی ایسی شہرت ہوئی کہ اس کے حالات اخباروں میں چھپنے لگے اور لوگوں
نے اسکی تصویریں کھینچ لیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ نگرانی کے کام پر نوکر ہوئے اور
اس کے بعد انجینئر کا کام کرنے لگے اور بڑی شہرت حاصل کی۔ ایک دفعہ بڈر صاحب
نے ایک کمیٹی میں اسپیچ دیتے وقت کہا۔ کہ "میں نے برسوں زبانی
حساب سیکھنے اور یاد رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے روزمرہ کے
کاموں میں بھی مجھے فائدہ ہوا۔ اور لوگ میری طرف متوجہ بھی ہوئے اور
اسکا نتیجہ ہوا کہ میں ایک عام مزدوری کی حالت سے ترقی پاکر اس حالت
کو پہونچا۔ کہ آج اس انجمن کا میر انجمن ہوں۔ اور آپ لوگوں کے سامنے اسپیچ
دے رہا ہوں"۔ ڈالٹن[1] صاحب جو علم کیمیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں
اپنی ذہانت کی وجہ صرف محنت اور عمدہ باتوں کا جمع کرنا بتلاتے ہیں
جان فٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "میرے دل کی مثال شہد کی مکھی کے
چھتے کی سی ہے۔ دور سے تو اجڑا ہوا پریشان معلوم ہوتا ہے لیکن جب
غور کرکے دیکھو۔ تو انتظام اور سلسلہ سے ہرگز خالی نہیں۔ اس میں شہد کی سی
عمدہ اور سودمند باتیں دور دور سے لاکر بھری گئی ہیں۔ اگر کل بڑے بڑے

[1] انگلستان کا مشہور حکیم بہت ہی غریب آدمی تھا۔ لیکن محنت اور کوشش سے
بڑی ترقی حاصل کی۔ اس کی تصانیف علم کیمیا میں مشہور ہیں۔ اس نے ایل ایل ڈی
کا خطاب حاصل کیا تھا۔ ۱۷۶۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۴ء میں مرگیا۔

عالموں موجدوں ہنرمندوں کی سوانح عمری پر غور کریں تو یہ بات بیشک بہت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان لوگوں کی کامیابی محض محنت کی بدولت تھی اُن لوگوں نے محنت سے ہر چیز کو سونا بنا ڈالا۔ یہاں تک کہ وقت کو بھی ڈزریلی صاحب کی رائے ہے۔ کہ ترقی کاموں کے پورا اور پختہ کرنے پر منحصر ہے۔ لیکن کیا یہ کاموں کا پورا اور پختہ ہونا محنت کے بغیر ممکن ہے ہرگز نہیں

جن آدمیوں نے اِس دنیا میں ایک ہل چل ڈال دی ہے وہ اعلےٰ ذہین نہ تھے۔ بلکہ متحمل۔ صابر بے خوف اور محنتی تھے ملک اطالیہ کی ایک ضرب المثل ہے۔ جو شخص آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے۔ وہ بہت دور تک چل سکتا ہے۔ سعدیؒ رہ بیابان دراز است و من ناشناسا ۔ (؟) شتر ان بیجان آہستہ می راند اگر ہم لوگوں کو محنت کی عادت پڑ جائے۔ تو سب کام آپ سے آپ آسان ہو جاویں۔ مسٹر رابرٹ پیل نے جو انگلستان کے پارلیمنٹ میں اس قدر شہرت حاصل کی کیا وہ ذہانت کی وجہ سے ہوئی؟ ہرگز نہیں بلکہ محض محنت کی وجہ سے۔ اسپ لاغر میاں بکار آید ۔ روز میدان نہ گاو پرواری (سعدی) صاحب موصوف جب بہت چھوٹے سے بچے تھے تو اُن کے باپ کی یہ عادت تھی کہ انکو میز پر بٹھا دیتے اور انہیں زبانی تقریر کرنی سکھلاتے۔ پہلے تو انکی بہت تھوڑی ترقی ہوئی لیکن رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ یہ پورا واعظ یا اسپیچ بے تکلف کہتے۔ جب پارلیمنٹ میں لوگ رابرٹ پیل صاحب کو اسپیچوں کا جواب دیتے ہوئے دیکھتے تو تعجب کرتے۔ لیکن صاحب موصوف میں یہ لیاقت کچھ یکایک نہیں ہوگئی تھی۔ بلکہ بچپن کی لگی ہوئی عادت تھی۔

ستار بجانا کیسا آسان کام معلوم ہوتا ہے لیکن اسمیں تھوڑا کمال

لہ ڈزریلی اور مسٹر رابرٹ پیل کا حال تمہ سوانح میں دیکھو

بھی حاصل کرنے کے لئے کتنی محنت درکار ہے؟ ایک نوجوان نے گیارڈی صاحب سے پوچھا کہ کتنے زمانہ کے بعد میں آپ کی طرح ستار بجانے لگونگا؟ صاحب نے جواب دیا کہ "اگر بارہ گھنٹے روزانہ کے حساب سے چھبیس برس تک لگاتار محنت کرو"

ترقی کی چال بہت سست ہے بڑے نتیجے بہت جلد ظہور میں نہیں آتے انسان کو ایک ایک قدم کر کے چلنا پڑتا ہے۔ ڈی میسٹر صاحب کہتے ہیں کہ انتظار کھینچنے کی عادت ذاتی کامیابی کے بھید سے واقف ہو جاتا ہے وقت اور صبر کے ذریعہ سے توت کی پتیاں بھی ساٹن بن جاتی ہیں

ہر وقت بشاش رہنا۔ کام کو خوشی سے کرنا اور خوش رہنا دینی کمالات کے دس حصوں میں سے نو حصے حاصل کر لینا ہے" سڈنی اسمتھ[1] صاحب شہر یارک شائر میں پادری کا کام کرتے تھے۔ اور یہ کام انکی طبیعت کے بالکل خلاف تھا ایک دن ان کے ایک دوست نے ان سے پوچھا کہ اس کام میں آپ کا جی لگتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ "بھائی! میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا ہے کہ اس عہدہ کو پسند کرونگا اور اس سے راضی ہو جاؤنگا میں اسکو محض نامردی اور بزدلی سمجھتا ہوں کہ تمام شکایت کرتا پھروں کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے اور میں نہایت پریشان ہوں" وہ شخص جنکی ذات سے لوگوں کو نفع پہونچا ہے۔ اکثر شایقین نفع اور کامیابی کے بلا ضد دراز تک کام کرتے رہتے ہیں۔ کوئی انکا حامی

---

[1] سڈنی اسمتھ صاحب انگلستان کا مشہور پادری اور نامی مصنف تھا اسکی تحریریں بہت پر زور ہیں۔ ایک زمانہ تک اس نے ایک رسالہ کی اڈیٹری بھی کی تھی شہر اکسس میں ۱۷۷۱ع میں پیدا ہوا تھا۔ اور لندن میں ۱۸۴۵ع میں مر گیا

اور مددگار نہ ہوا جس تخم کو انہوں نے بویا تھا۔ وہ برف کے نیچے دبا رہا اور اکثر یہ بھی ہوا ہے کہ اس نئے موسم بہار کے قبل ہی اس کا کسان قبر میں جا کر سو رہا۔ آدم اسمتھ[1] صاحب نے تمدن اور معاشرت میں جو کتابیں لکھی تھیں۔ انکو ان کے زمانہ میں کسی نے دیکھا تک نہیں۔ ستر برس تک وہ کتابیں جیوں کی تیوں پڑی رہیں۔ اس کے بعد لوگ اُن سے فی الجملہ نفع اُٹھانے لگے۔ چنانچہ اس انیسویں صدی میں بھی ان کتابوں کی قدر جیسی چاہئے نہ ہوئی۔ اور جو حق اُن کتابوں سے نفع پانے کا ہے لوگوں نے نہیں پایا۔

مایوس اور ناامید ہو جانا ایک ایسی بلا ہے کہ خدا اس سے ہر انسان کو اپنی پناہ میں رکھے۔ اس سے بہلا چنگا انسان مٹی میں مل جاتا ہے امید دل کی مثال آفتاب کی ہے۔ جو شخص انکی طرف رُخ کرتا ہے اسکی مصیبتیں سایہ کی طرح اس کے سامنے سے ٹل جاتی ہیں۔ کیونکر کام کروں؟ کس طرح خوش رہوں۔ دنیا نہایت خراب جگہ ہے۔ ایسے ایسے جملے انہیں کی زبانوں سے نکلتے ہیں جنکی امیدیں معدوم ہو گئیں جنہوں نے اپنے آپکو اپنے ہاتھوں تباہ کر ڈالا۔

ڈاکٹر ینگ[2] صاحب ایک بڑے حکیم گزرے ہیں۔ انکا یہ مقولہ تھا کہ جس کام کو ایک انسان کر سکتا ہے اسکو دوسرا بھی ضرور کر سکتا ہے

---

[1] آدم اسمتھ صاحب اسکاٹلینڈ کا مشہور حکیم تھا۔ اسکی تصنیف سیاست مدن میں بے مثل ہے۔ کالج کی ایک زمانہ تک پروفیسری کی تھی۔ سنہ ۱۷۲۳ء میں پیدا ہوا تھا اور سنہ ۱۷۹۰ء میں مر گیا۔

[2] ڈاکٹر ینگ صاحب انگلستان کا مشہور حکیم تھا۔ فن طبابت میں ڈاکٹری کا خطاب حاصل کیا تھا۔ ملک جرمنی کے کالجوں میں تحصیل علم کی بھی۔ اس نے کئی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ سنہ ۱۷۷۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور سنہ ۱۸۲۹ء میں مر گیا۔

ایک دفعہ صاحب موصوف گھوڑے پر سوار کہیں چلے جاتے تھے اور مسٹر بارسلی صاحب ان کے ہمراہ تھے۔ ایک نالا ان دونوں صاحبوں کی راہ میں حائل ہوگیا۔ بارسلی صاحب جو گھوڑے کی سواری اچھی طرح جانتے تھے۔ ایڑ مارتے ہی اس کنارے تھے۔ ینگ صاحب نے بھی کوشش کی لیکن گھوڑے پر سے گر پڑے۔ چوٹ کھائی چاہئے تھا کہ وہ اس سے ہمت ہار جاتے مگر وہ پھر فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور نالے کو پھاندنا چاہا۔ لیکن پھر بھی گرے۔ اسپر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری اور تیسری بار پھاند ہی گئے لوگوں کو یہ ایک چھوٹی سی بات معلوم ہوگی لیکن انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں سے انسان کی اندرونی چال چلن کی کیفیت کھل پڑتی ہے۔

اڈوبن صاحب مصور کہتے ہیں۔ کہ میں نے کئی سال کی محنت میں پچاس عمدہ تصویریں بنائیں اور انہیں ایک بکس میں بند کر کے اپنے ایک دوست کے حوالہ کر دیا اور خود سفر کو چلا گیا۔ چلتے وقت میں نے اپنے اس دوست سے اسکی حفاظت کی بڑی تاکید کر دی تھی جب میں سفر سے واپس آیا۔ اور اس بکس کو ان سے لیکر دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہے نے ان کل تصویروں کو کاٹ کھایا ہے۔ اور اس صندوق میں اپنے بچوں کو رکھنے کے لئے گھر بنایا ہے۔ یہ ایک سخت حادثہ ہوا

لہ مسٹر بارسلی صاحب اسکاٹلینڈ کے بڑے پادری تھے۔ دین عیسوی میں ایک نئے فرقہ کے موجد گزرے ہیں۔ فن مباحثہ میں کمال رکھتے تھے۔ برسٹل اور لنڈن کئی مقاموں میں وعظ کہتے پھرے اور آخر ۱۷۹۸ء میں رحلت کر گئے۔

لہ اڈوبن صاحب امریکا کے مشہور مصور اور علم طیور سے پورے واقف تھے یہ دوبار انگلستان بھی گئے اور ہر جگہ انکی قدر و منزلت ہوئی۔ انکی کتاب طیور کے حالات میں بہت بڑی ہے۔ اور ایسی ہے۔ کہ کبھی پہلے لکھی نہ گئی تھی ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۱ء میں شہر نیو یارک میں مر گئے۔

میں پہلے تو متردد ہوا لیکن پھر دل میں سوچا کہ آخر ہوا کیا ہے میں اُس سے کہیں عمدہ تصویریں بنا لونگا۔ چنانچہ میں بخوشی اس سے درگزرا اور پھر اپنے کام میں مشغول ہوا اور خدا کے فضل سے اس سے بھی عمدہ تصویریں بنا لیں جس کسی کو ایسا واقعہ پیش آیا ہوگا۔ وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کتنی بڑی بات تھی اور صاحب موصوف نے کیسی ہمت اور دلیری کو راہ دی اور حقیقتاً وہ کیسے صابر اور نیکدل تھے۔

کارلایل[1] صاحب انگلستان کے نامی مورخ اور حکیم نے بڑی جانفشانی سے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کتاب کا نام "فرانس کی بغاوت" رکھا اس کتاب کا ایک حصہ چھپ چکا تھا۔ اور دوسرا حصہ چھپنے کو باقی تھا۔ سو اُن کے ایک دوست ان سے لے گئے اور لیجا کر اپنے گھر میں کھڑکی پر رکھدیا ان کے گھر کی ایک نئی ماما نے دیکھا اور اسے پڑا دیکھکر سمجھا کہ یہ ردی کاغذ ہے اور جلا دیا۔ جب یہ خبر کارلایل صاحب کو پہونچی۔ پہلے تو وہ سناٹے میں آگئے لیکن باستقلال تمام پھر اپنے کام میں مشغول ہوگئے چنانچہ اُس دوسرے حصہ کو نئے سرے سے تمام ہی کر چھوڑا۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا۔ تو ناحق غصہ ہوکر پریشانی میں اُلجھا رہتا۔ اور اس سے وہ کتاب بھی تمام نہ ہوتی دنیا میں جن آدمیوں نے نئی نئی چیزیں نکالی ہیں انکی سوانح عمری پر

[1] کارلایل۔ انگلستان کا مشہور حکیم اور مورخ جسکی تصانیف کا اثر انگلستان پر اتنا ہوا کہ کسی مصنف سابق کا نہ ہوا تھا۔ اسکی عبارت اس کے مضامین عجیب نرالے طرز کے ہیں۔ ملک اسکاٹلینڈ میں ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا اور لمبی عمر پاکر قضا کی۔ ہماری ملکہ معظمہ قیصر ہند کوئین وکٹوریہ کی جب اس مصنف نے ملاقات کی تو اس طرح باتیں کیں جس طرح کوئی آدمی کسی عام شخص سے باتیں کرتا ہو۔ مگر ہماری ملکہ کو اس کا رنج نہوا۔ بلکہ خوش ہوئیں۔ اس شخص کی سوانح عمری لکھی جا رہی ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بہت مستقل مزاج اور محنتی تھے۔
اسٹیفن سن[1] صاحب نے جب پندرہ برس تک لگاتار محنت کی تب
ریل کی کل کو اس حالت تک پہونچایا کہ وہ لوہے کی سڑک پر چلنے لگی۔
جیمس واٹ[2] ریل کی کل کو تکمیل پر پہونچانے کے لیے تیس برس تک
محنت کرتے رہے۔ سروالٹر اسکاٹ[3] صاحب نے اتنی کتابیں تصنیف
کی ہیں۔ کہ آدمی انہیں برسوں پڑھا کرے تب بھی تمام نہ ہوں۔ یہ
کرانی کا کام کرتے تھے آفس کے معمولی وقت پر انہیں آفس جانا ضرور تھا صرف
صبح کو جتنی فرصت ملتی تھی اس میں وہ کتابیں تصنیف کرتے تھے آفس
میں ان کو فی صفحہ دو آنے ملتے تھے۔ یہ روزانہ ایک سو بیس صفحے نقل
کرتے اور پندرہ روپے روزانہ پیدا کرتے تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ
جب کسی دوست کا خط آتا۔ تو اس کا جواب فوراً روانہ کرتے ہرگز دیر نہ کرتے
اسکاٹ صاحب نے اگرچہ بہت بڑی لیاقت حاصل کی تھی لیکن اسپر بھی
وہ اکثر کہا کرتے۔ کہ میں اپنی جہالت سے بہت پریشان ہوں ان کا یہ جملہ کچھ چھوٹا
اور معمولی انکسار کا جملہ نہ تھا جن لوگوں کی اچھی لیاقت ہوتی ہے ان کو
فی الحقیقت ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ٹرینیٹی کالج کے نامی پروفیسر کے پاس

[1] اسٹیفن سن صاحب۔ انگلستان بلکہ سارے جہان کے ہی خواہوں میں درجہ اعلےٰ کا ہی خواہ وہ ایک انجنیر تھا جسکی کوششوں سے انگلستان میں ریل گاڑی جاری ہوئی اسکو اس بات میں بہت مزاحمتیں پیش آئیں لیکن یہ سب پر فتحیاب ہوا اور ۱۸۱۴ء میں اس نے ریل گاڑی جاری ہی کردی اس تجارت سے اسکو آخر میں بہت نفع ہوا ۱۷۸۱ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۴۸ء میں مرگیا

[2] جیمس واٹ صاحب انگلستان کا مشہور شخص اور علم جر ثقیل میں ماہر تھا اسکی کوشش اور محنت سے انجن اس قابل ہوا کہ ریل گاڑی کھینچے ۱۷۳۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۱۹ء میں مرگیا

[3] سروالٹر اسکاٹ صاحب اسکاٹلینڈ کا مشہور مصنف اور شاعر تھا اس شخص کے ناول مشہور زمانہ ہیں ۱۷۷۱ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۳۲ء میں مرگیا

جب اس کے شاگردوں نے جاکر کہا کہ خدا کے فضل سے ہم لوگوں کا پڑھنا
اختتام کو پہونچ گیا۔ تو پروفیسر نے کہا کہ بھائی تم لوگوں کی تحصیل ختم ہوگی ہو
تو ہو گئی ہو۔ لیکن میری تحصیل تو ابھی شروع ہی ہوئی ہے
سقراط[1] کا یہ قول تھا کہ مجھے اتنے دن میں صرف یہی ایک بات معلوم ہوئی
وہ یہ ہے کہ میں نے ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں کیا۔ سر اسحاق نیوٹن
نے کہا کہ میں ابھی تک علم کے سمندر کے کنارے صرف کنکریاں چن رہا ہوں
غرض انسان کو غرور محض بے وقوفی اور جہالت سے ہوتا ہے۔ جان برین
جنہوں نے عمارت کے علم میں بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں بہت ہی
محنتی آدمی تھے۔ یہ شہر ولٹی مور کے ایک بہت ہی ادنیٰ جھونپڑے میں
پیدا ہوئے تھے۔ ان کے باپ نان بائی کا کام کرتے تھے۔ کارخانہ میں کھانا
پڑنے کی وجہ سے ان کے دل پر کچھ ایسا صدمہ ہوا کہ دیوانہ ہو گئے
یہاں تک کہ چند روز بعد قضا کی۔ ان کے مرنے پر جان برین صاحب کے چچا نے
انکی پرورش کا بار اٹھایا۔ لڑکپن میں انہوں نے کچھ بھی نہ پڑھا۔ صحبت بھی اچھی
نہ ملی۔ ہوش سنبھالتے ہی انہیں انکے چچا نے بڑھئی میں کاگ بھرنے کے کام
میں لگا دیا۔ جب ان کا چچا بیمار ہوگیا۔ اور انکی برداشت نہ کر سکا۔ تو صرف بائیس
روپے ان کے حوالے کر کے اپنے گھر سے نکال دیا۔ برس تک یونہی بھٹکے
پھرے۔ صدہا قسم کی مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن ان مصیبتوں میں انہوں نے
پڑھنے کا شغل ترک نہ کیا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ میں جس مکان میں رہتا تھا
وہ نہایت تاریک تھا۔ اور مجھکو ماہواری بارہ آنے اس کے کرایہ کے دینے پڑتے
تھے۔ میں پلنگ پر لیٹے لیٹے کتابیں پڑھا کرتا۔ اتنی وسعت نہ تھی کہ آگ روشن کرتا
اور اسکی گرمی میں آرام سے کتابیں پڑھتا۔ یا پیادہ باتھ شہر تشریف

[1] سقراط یونان کا مشہور حکیم تھا اس شخص کی فلسفہ نے یونان کی فلسفہ کی کیفیت ہی بدل دی
شہر ایتھنس میں ولادت مسیح سے ۴۶۸ برس قبل پیدا ہوا تھا اور ولادت مسیح سے ۳۹۹ برس قبل مر گیا

رکھ گئے۔ اور بورا باندھنے کے کام پر نوکر ہوئے۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد یہ
نوکری بھی چھوٹ گئی۔ اور پورے مفلس گدا بن گئے۔ نہ پاؤں میں جوتی اور
نہ بدن میں کرتا۔ چند روز کے بعد پھر انہیں لنڈن کے تہ خانہ میں بورا باندھنے
کا کام ہاتھ لگا۔ انکو سات بجے صبح سے گیارہ بجے رات تک برابر تہ خانہ
میں کام کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آخر انکی صحت میں خلل آگیا۔ غرض
کام چھوڑ دینا پڑا۔ چند روز کے بعد یہ ایک آڑتی کے یہاں سات روپے
ہفتہ واری پر کرانی مقرر ہوئے۔ لیکن واہ رے تیرا دل کہ ایسی ایسی مصیبتوں
میں بھی لکھنے کی مشق کبھی نہ چھوڑی تھی۔ اس نوکری کے مل جانے سے
انکو کچھ فرصت بھی ملنے لگی۔ اب انہوں نے کتابوں کا مطالعہ بھی شروع کیا
اور بہت عمدہ لیاقت حاصل کرلی۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوسرے
آفس میں دس روپے ہفتہ واری پر نوکر ہوگئے۔ جب انکی عمر اٹھائیس
برس کی تھی اسوقت ایک کتاب "احوالات پیٹر برو" نام تصنیف کی
اور اس زمانہ سے لیکر پچپن برس کی عمر تک برابر کتابیں تصنیف کرتے رہے
ان کی تصانیف کی تعداد قریب ساٹھ کتابوں کے ہے
انکی ایک کتاب جس میں انگلستان کی پرانی عمارتوں کے حالات درج ہیں
بہت بڑی کتاب چودہ جلدوں میں ہے۔ جو شخص اس کتاب کو دیکھتا ہے
اس کے دل میں انکی عظمت پیدا ہوتی ہے۔ سیموئل ڈرو صاحب کے
حالات بھی عجیب وغریب ہیں۔ انکا باپ بہت ہی محنتی مزدور تھا۔ اگرچہ
اسکو اتنی وسعت نہ تھی۔ لیکن اسپر بھی اپنے اوپر تکلیف گوارا کرکے
انہیں اور ان کے ایک اور بھائی کو ایک ایسے سکول میں داخل کیا جس میں
فی ہفتہ آٹھ پائی فیس کی دینی پڑتی تھی ان دو لڑکوں میں سے بڑا لڑکا جسکا نام
جابز تھا۔ خوب جی لگا کر پڑھتا۔ لیکن ڈرو صاحب تو محض نکمے او پر تھے
جو کچھ انکی ماں نے انہیں لکھایا پڑھایا تھا وہی تو انہوں نے سیکھا باقی سکول

میں کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ سوائے شرارت اور کھیل کے۔ انکو کوئی دوسرا
شغل ہی نہ تھا۔ جب یہ لڑکا آٹھ برس کا ہوا۔ تو مزدوری کرنے لگا۔ اور روزانہ
چار پیسے کما لاتا۔ ماں کے مرجانے کے بعد تو اُسے اور بھی آزادی ملی خوب
کھیل کھیلا۔ جب دس برس کا ہوا۔ تو اس کے باپ نے اُسے ایک موچی
کے یہاں کام سیکھنے کے لئے بٹھلا دیا۔ یہاں اس لڑکے نے بہت تکلیفیں
اُٹھائیں۔ چنانچہ وہ خود راقم ہے۔ کہ جس طرح خندقوں میں مینڈک رہتے ہیں
اسی طرح میں وہاں رہتا تھا۔ اس لڑکے کی یہ عادت تھی۔ کہ باغوں میں جاکر
میوے توڑ لاتا اور چوری اور لوٹ کے کام میں سب شہری لڑکوں کا
سردار بنا رہتا۔ جب یہ سترہ برس کا ہوا۔ تو موچی کے یہاں سے بھاگ
کھڑا ہوا اور بسکارڈ شہر میں ایک موچی کے یہاں نوکر ہوا۔ اسکا بھائی اُسے
ڈھونڈتا ہوا وہاں پہونچا اور سمجھا بوجھا کر گھر واپس لے آیا۔ گھر پہونچکر
یہ ڈاک گھر کا پیادہ مقرر ہوا اور اس کے بعد پلاموتھ شہر میں موچی کا کام
کرنے لگا۔ اس شہر میں اس شخص نے ایک بار گنڈ کا کھیلنے میں انعام بھی
پایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس فن میں اسکو اچھی مہارت
حاصل تھی۔ انگلستان میں جو اسباب غیر ملکوں سے جہازوں پر لد کر آتے
تھے۔ ان کے اتارنے میں جہاز والوں کو سرکاری ٹیکس دینا پڑتا ہے
لیکن اکثر دغاباز تاجر محصول سے بچ جانے کے لئے بدمعاشوں سے
مال اتروا لیا کرتے ہیں۔ سیموئیل ڈرو صاحب اس طرح سے مال اتارنے
میں بڑے چالاک اور ہوشیار تھے۔ ایک دفعہ صاحب موصوف آدھی
رات کو ایک چھوٹی سی ڈونگی پر سوار ہو کر جہاز پر سے خفیہ مال اتارنے
گئے۔ اتفاق سے طوفان نے انہیں آگھیرا۔ ڈرو کے ساتھیوں نے بہتیرا
ہاتھ پاؤں مارا۔ لیکن ڈونگی کو کنارہ تک پہونچا نہ سکے۔ اور کشتی سمندر میں
اوندھی ہی گئی۔ ڈرو کے کل ساتھی سیدھے ملک بقا کو سدھارے لیکن یہ

مرتے مرتے کسی طرح بچ گئے اور کنارہ پر جا لگے۔ کنارہ پر پہونچتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور رات بھر وہیں پڑے رہے۔ دن کو لوگوں نے انہیں دیکھا ہسپتال لے گئے۔ بارے علاج سے ان کے مردہ جسم میں گویا جان آگئی۔ جس شخص نے ڈرو صاحب کی ان حالتوں کو پڑھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس درجہ بگڑ گئے تھے۔ لیکن خیالات کے بدل جانے سے اور کوشش وسعی سے۔ اگر خدا کا فضل معاون ہو تو، انسان کہاں تک بدل سکتا ہے۔ یہ بھی انکے خاتمہ سے ظاہر ہے۔ کیونکہ یہی ڈرو صاحب ایک نامی واعظ اور بہت بڑے مصنف ہو کر مرے!

موت کے پنجہ سے اس طرح چھوٹ جانے کے بعد ڈرو صاحب کی طبیعت کچھ ایسی بدلی کہ ہمیشہ خاموش رہتے اور ہر وقت دل ہی دل میں کچھ سوچتے رہتے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے بھائی نے بھی قضا کی ان سب واقعات نے ان کے دل پر کچھ ایسا اثر پیدا کیا اور دنیا کی بے ثباتی اور لہو ولعب میں مشغول رہنے کی برائی کچھ ایسے اچھے طور سے ان کی سمجھ میں آگئی کہ یہ بالکل ہی بدل گئے۔ نئے سرے سے تحصیل علوم کا شوق ان کے دل میں پیدا ہوا۔ لیکن اتنے دنوں کی غفلت نے اگلا پڑھا لکھا سب کچھ بھلا دیا تھا۔ اسقدر کہ نام بھی یاد نہ تھا۔ ان کے لکھنے کی حالت یہ تھی کہ ان کے ایک دوست نے انکے لکھنے پر یہ پھبتی کہی ہے۔ کہ "ڈرو صاحب کا لکھنا اور مکڑی کا پاؤں میں سیاہی لگا کر کاغذ پر رینگنا دونوں برابر ہیں"

ڈرو صاحب خود اپنا حال لکھتے ہیں کہ جیوں جیوں میں پڑھتا ہوں مجھ پر میری جہالت کھلتی جاتی ہے اور تحصیل علوم کی خواہش تیز ہوتی جاتی ہے۔ فرصت کے ہر لحظہ کو میں نے تحصیل علوم میں صرف کیا۔ چونکہ مجھے اپنی ہی محنت سے روٹی پیدا کرنی پڑتی تھی۔ اسلئے مجھے تحصیل علم میں بہت کم وقت صرف کرنے کا موقع ملتا تھا۔ میرا اکثر یہ دستور تھا کہ کھاتا جاتا

اور پڑھتا جاتا۔ جب میں نے لاک صاحب کی وہ تحریر جو انہوں نے عقل [کے]
بارے میں لکھی ہے پڑھی۔ تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ کل پست خیالات
میرے دل سے دور ہو گئے۔ گویا میں دوسرا آدمی ہو گیا۔ [illegible] صاحب
نے صرف سات روپے سے کاروبار شروع کیا۔ اب چونکہ ان لوگوں کا [illegible]
ہونے لگا تھا۔ اس لئے انہیں ایک سوداگر نے کچھ روپے قرض دئے تھے
اس قرض کو انہوں نے فوراً ہی ادا کر دیا۔ اور دل میں مصمم ارادہ کر لیا
ابھی کسی سے قرض نہ لونگا۔ چنانچہ انکو بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں
یہ نیک مرد اپنے اس نیک ارادے سے نہ ہٹا پر نہ ہٹا۔ صاحب موصوف
نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ آزادی، محنت اور قناعت یہ تین ذریعوں
سے روپیہ حاصل کرونگا۔ چنانچہ خدا نے انکی مدد کی۔ اور وہ اپنے اس ارادہ
میں کامیاب ہوئے۔

گو کہ ان کو اپنی اوقات بسری کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی
لیکن پھر بھی اتنا وقت ضرور نکال لیتے تھے۔ کہ علم ریاضی، تواریخ
فلسفہ جیسے علوم حاصل کریں

دکانداری اور تحصیل علم کے علاوہ صاحب نے لوگوں میں
کہنا بھی شروع کیا۔ پولیٹکل امور پر بھی بحث کرنے لگے۔ اکثر بڑے بڑے
عقلاء انکی دکان پر ان سے بحث کرنے آتے اور اکثر انکو بھی ان لوگوں
یہاں جانا پڑتا۔ اس سے ان کا بڑا ہرج ہونے لگا۔ اکثر آدھی رات
تک کام کرنا پڑتا۔ ایک دن کا تذکرہ ہے۔ کہ یہ اپنی کوٹھری میں بیٹھے کچھ
کام کر رہے تھے۔ کہ ایک لڑکا کھڑکی کے پاس آکر بولا۔ ارے تمہارا سے
چچا دن بھر تو دوڑا پھرتا ہے۔ اور رات کو کام کرتا ہے۔" انہوں نے
نہایت نرمی سے جواب دیا۔ "سچ بھائی سچ اچھا اللہ اب ایسا ہی
کرونگا" [illegible] صاحب راقم ہیں۔ اس لڑکے کا یہ کہنا۔ مجھے [illegible]

منجانب خدا معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے آج کے کام کو کل پر اٹھا رکھنے کی
عادت مطلق ترک کر دی۔ انہوں نے شادی کر کے امریکہ چلے جانے کا
ارادہ کیا۔ پہلے پہل انہیں اشعار تصنیف کرنیکا شوق ہوا تھا اور ابھی تک
جو اشعار انکی تصنیفات میں موجود ہیں۔ ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ
فرد صاحب کے دل میں دنیا کی بے ثباتی بہت زور اور طور سے ثابت
ہو گئی تھی۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں اسمیں سے ایک کا نام
روح کا بے جسم اور لازوال ہونا ہے۔ یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے۔ اور
لوگ ابھی تک اسکی قدر کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو صرف ۲۰۰
روپیے پر ایک تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اور دل میں خیال کیا تھا کہ میں
بہت نفع میں رہا لیکن اسوقت انکو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی کتاب سے اکثر کتب
فروشوں نے لاکھوں روپے پیدا کئے۔ شہرت نے انکے دل کو مغرور نہیں بنایا تھا
اکثر وہ اپنے مکان کے سامنے کی سڑک پر جھاڑو دیا کرتے اور وہاں سے کوئلہ
اٹھا اٹھا اپنے آتشدان میں رکھنے کے لئے گھر لیجاتے۔ ایک دفعہ
ان کے ایک عزیز دوست نے ان سے کہا کہ یہ کام آپکی شان کے خلاف ہے
انہوں نے جواب دیا کہ جس شخص کو کوئلہ اٹھانے میں شرم آتی ہو اُسے
آگ تاپتے ہوئے بھی شرم آنی چاہئے۔ ڈاکٹر بیک صاحب نے ان کو
کتابوں کی تصنیف کرنے اور ایک ماہواری رسالہ میں مضمون لکھنے کیلئے
نوکر رکھا۔ اس زمانہ سے انہوں نے بڑی ترقیاں کیں۔ چنانچہ وہ خود راقم ہیں
میں ایک بہت ہی نیچی حالت سے سربلند ہوا۔ برابر میری یہی کوشش رہی
کہ میرے عزیز و اقارب عزت پائیں اور معزز بنیں۔ انہیں ایمانداری
محنت۔ کفایت شعاری اور خوف خدا حاصل ہو۔ اور الحمدللہ کہ خدا
میری کوششوں سے خوش ہوا اور اس نے میری خواہشوں کو پورا کیا۔
ہیوم صاحب کے حالات بھی غور کے قابل ہیں۔ انکی لڑکپن ہی

میں ان کے والد نے قضا کی تھی ان کی ماں نے منسٹر میں شہر میں ایک دوکان کھول لی اور بیوم صاحب کو ایک ڈاکٹر کے یہاں طبابت سیکھنے کو بھجلادیا۔ صاحب نے طبابت کو خوب جی لگا کر سیکھا اور سند بھی حاصل کی۔ پھر ۱۸۰۳ء میں جنرل پادل کے ساتھ کام کرنے لگے۔ جن دنوں مرہٹوں اور سرکار انگلشیہ کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی، ان دونوں سرکار کو ایک مترجم کی ضرورت ہوئی۔ صاحب فوراً اس کام پر نوکر ہو گئے ہندوستان میں آکر انہوں نے یہاں کی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ پھر یہ فوج میں طبابت کے کارخانہ کے سردار مقرر ہوئے۔ ان سب کاموں کو انجام دینے کے بعد بھی ان کو اتنی فرصت مل رہتی تھی کہ وہ حیران تھے کہ کونسا کام کیجئے۔ چنانچہ دو کام اور بھی ان کے ہاتھ لگے یعنی وہ پوسٹ ماسٹر (ڈاک خانہ کے منتظم) اور پے ماسٹر (تقسیم مشاہرہ کے منتظم) بھی مقرر ہوئے کمسریٹ کا انتظام بھی انہیں کے سپرد ہوا۔ اس سے انہیں بہت نفع ہوا۔ اور دس برس کے بعد اپنے وطن انگلستان بہت دولت لے کر واپس گئے۔ انگلستان پہونچتے ہی صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے کل رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے ایک معقول بندوبست کر دیا بیوم صاحب کچھ ایسے خود غرض اور نفس کے بندہ تو تھے ہی نہیں کہ دولت مند ہو جانے کے بعد محض آرام طلبی میں زندگی بسر کرتے ان کے دل میں اپنے ہم وطنوں اور دوسرے ملک کے رہنے والوں کے حالات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی۔ غرض سیاحی کرنے لگے۔ ۱۸۱۲ء میں جب سفر سے واپس آئے، تو پارلیمنٹ کے ممبر مقرر ہوئے اور چوبیس برس تک اس عہدہ کو انجام دیتے رہے جب پارلیمنٹ میں کوئی ایسی بات پیش ہوتی جس میں خلایق کی بھلائی منظور ہو تو ضرور اس میں پوری کوشش کرتے۔ اور جس بات کے پیچھے پڑتے اسمیں اپنی پوری

جو تھا پیاری کے ذریعہ ہاتھ لگتی ہے انسان کے حق میں مضر ہوتی ہے
ویسے ہی وہ دولت چاہے جو کسی اتفاقی سبب سے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ سم
قاتل ہوتے ہیں۔ لارڈ بیکن[1] اسی لئے لکھتے ہیں کہ نزدیک والا راستہ
اکثر گندہ اور میلا ہوتا ہے۔ اگر آرام اور آہستہ جانا چاہے تو اسے لازم
کہ صاف راستہ سے جائے کیونکہ اس میں وہ اپنی منزل پر دیر ہی میں کیوں
نہ پہنچے کیونکہ اگرچہ تاخیر میں تھوڑا سا تکلیف ہے لیکن اصلی خوشی اور
جمعیت حقیقی کامل اور سچی دلی صفائی میں ہے۔

ہر نوجوان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسکی خوشی اور ترقی خود اس پر اور
اسکی کوششوں پر منحصر ہے۔ نوجوان کو اس جملہ کے سوا اور کسی جملہ پر کان
نہیں رکھنا چاہئے کہ ہم کو آپ اپنے چلنے کے لئے راہ بنانی ہے۔ تمہارا ناکام
مرنا یا عیش کرنا تم ہی پر منحصر ہے۔

ہیزلٹ[2] صاحب کیا عمدہ لکھتے ہیں کہ کاروباری آدمی کی مثال
ایک چرخی کی ہے۔ جو دن رات گاڑی میں جتا ہے۔ اس کا بہت بڑے
سے بڑا کام بھی نہیں اتنا ہی ہے کہ جس لیک پر چلتے ہیں اس سے آگے
نہ ہوں۔ بہت بڑے بڑے انتظام کے لئے صرف عقل یا اسی قدر درکار ہے
کہ آدمی اور قسم کے تصورات اور خیالات کو چھوڑ کر صرف نفع اور ضرر کی
طرف متوجہ رہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس تعریف سے بڑا کار
اور کوئی نہ ... تعریف نہیں ہو سکتی۔ حال اس میں شبہ نہیں کہ اکثر کاروباری

---

[1] لارڈ بیکن انگلستان کا مشہور حکیم اور نامی مصنف گذرا ہے وہ فلسفہ جس کا اصول تجربہ ہے اسی کی بنیاد ہے کل یورپ اسکو اس فلسفہ کا موجد قبول کرتا ہے بہت سے عمدہ کتب کا مصنف ہے ۱۵۶۱ء میں پیدا ہوا ۱۶۲۶ء میں مر گیا۔

[2] مسٹر ہیزلٹ انگلستان کا ایک مشہور مصور جس نے مصوری کی بجائے اپنی تمام عمر تحصیل علم اور کتابوں کے تصنیف کرنے میں صرف کی بہت بڑا نامی مصنف تھا ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۳۰ء میں مر گیا

پست خیال کے آدمی ہیں۔ لیکن عالموں فاضلوں اور مصنفوں میں بھی تو بہتیرے پست خیال ہوتے ہیں۔

برک[1] صاحب نے کیا خوب لکھا ہے کہ میں نے جوہروں اور سوداگروں میں ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو منتظمانِ سلطنت کی طرح کارروائی کرتے ہیں ہر بڑے کارخانہ کے ثبات کے لئے یہ فرض ہے کہ اس کے منتظم کو اپنی لیاقت تو ہو کہ وہ اس کارخانہ کے کام کو مستعدی سے انجام دے سکے اپنے ماتحتوں کی تعداد کثیر پر ہمہ وقت نگران ہے فطرت اور جبلت انسانی سے خوب آگاہ ہو کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکے۔ اپنی تعلیم آپ کرنے پر ہر وقت مستعد اور آمادہ رہے۔ بیشک کاروبار کا اسکول کچھ ایسا چھوٹا اسکول نہیں ہے جیسا بہتیرے مصنف خیال کرتے ہیں۔ جہاں جس طرح دنیا میں اعلٰے درجہ کے نیکوں بھلے آدمیوں شاعروں۔ اولیاء اور شہیدوں کی تعداد کم ہے اسی طرح بہت اچھے منتظم اور کاروباری آدمیوں کی تعداد بھی بہت کم ہے کم فہموں کی ہمیشہ یہ غلطی رہی ہے کہ عاقل اور ذہین لوگ کاروبار کے انتظام کے لائق نہیں ہوتے۔ بلکہ کاروبار انسان کو غبی اور کند ذہن اور مخبوط الحواس بنا دیتا ہے۔ مگر یہ ان کی نری کج فہمی ہے حقیقت میں کوئی پیشہ انسان کو ذلیل نہیں کرتا۔ بلکہ انسان خود پیشوں کو ذلیل کرتا ہے۔ جتنے ایسے پیشے ہیں جنہیں ایمانداری اور دیانتداری سے روپے حاصل کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب معزز ہیں۔ خواہ انسان اس میں اپنے دل سے کام لے خواہ ہاتھ سے ہاتھ میلا ہو جائے تو ہونے دو لیکن دل کو میلا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مادی چیزیں انسان کے جسم کو اس قدر سیاہ نہیں کر سکتیں جس قدر بری خصلتیں اس کے قلب و روح کو۔ ہاتھ کی سیاہی بہت آسانی سے زائل ہو جاتی ہے مگر دل کی سیاہی تو خدا ہی

[1] برک انگلستان کا نامی فصیح البیان مصنف جسکی تحریر اور تقریر ہر دلعزیز ہے شہر ڈبلن میں ۱۷۲۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۷ء میں مرگیا۔

دہوسے وصل سکتی ہے ۔

تواریخ شاہد ہے کہ بہت بڑے بڑے آدمی مختلف پیشہ اور کاروبار بھی کرتے تھے اور اسپر اپنے اعلےٰ درجہ کے کاموں میں بھی مشغول اور مصروف رہتے تھے۔ سولن[1] ملک ایتھنس کا بانی اور نامی حکیم اور تھیلس[2] یہ دونوں صاحب با این ہمہ لیاقت مندی تاجر پیشہ تھے افلاطون تیل بیچ بیچ کر اپنی زندگی بسر کرتا۔ شکسپیئر[3] ایک تھیٹر کا منیجر تھا۔ چوسر[4] پہلے ایک سپاہی پھر ٹیکس کا کمشنر۔ پھر جنگلوں کا انسپکٹر تھا۔ اسپنسر[5] لارڈ ڈپیوٹی آئرلینڈ کا سکرٹری اور بڑا محنتی آدمی تھا۔ ملٹن[6] پہلے تو ایک اسکول کا ماسٹر تھا اس کے بعد گورنمنٹ کا سکرٹری مقرر ہوا ان سب کے تذکروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

---

[1] سولن یونان کا مقنن اور مشہور عاقل تھا اس نے یونان پر ایک زمانہ تک بہت عاقلانہ طور سے حکمرانی کی تھی ۶۳۸ برس قبل سن عیسوی کے پیدا ہوا تھا اور ۵۵۹ برس قبل سن عیسوی کے مرگیا۔

[2] تھیلس ملک یونان کا نامی حکیم تھا۔ فیثاغورث حکیم کا استاد۔ یونانی فلسفہ کا موجد۔ یہ ایک بہت بڑا شخص گزرا ہے۔ ۶۴۰ برس قبل سن عیسوی کے پیدا ہوا تھا اور ۵۴۵ برس قبل سن عیسوی کے مرگیا

[3] شکسپیئر دیکھو صفحہ ۱۰

[4] چوسر انگریزی شاعری کا موجد گزرا ہے۔ شہر لنڈن میں ۱۳۲۸ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۴۰۰ء میں مرگیا

[5] اسپنسر انگلستان کا نامی شاعر لنڈن میں ۱۵۵۳ء میں پیدا ہوا اور لنڈن ہی میں ۱۵۹۹ء میں مرگیا۔

[6] ملٹن انگلستان کا بہت ہی اعلےٰ درجہ کا شاعر جسکی کتابیں برابر کالجوں میں پڑھی جارہی ہیں۔ ۱۶۰۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۷۴ء میں مرگیا۔

کاروباری اور محنتی آدمی تھا۔ نیوٹن[1] ٹکسال گھر کا منتظم تھا۔ ایک سال خاص اسی کے اہتمام سے جاری ہوا تھا۔ کوپر[2] کو اس بات کا بڑا فخر تھا کہ میں ایک بڑا کاروباری اور محنتی آدمی ہوں۔ ورڈسورتھ[3] درحقیقت ٹکٹ بانٹا کرتا تھا۔ سر والٹر اسکاٹ[4] کلرک تھا۔

یہ سب کچھ ایسے معمولی لوگ نہ تھے بلکہ علم و فضل میں کامل، انکی دانائی اور حکمت کا شہرہ آج سارے جہان میں ہے۔

میں اب دیکھتا ہوں کہ جو بڑے عقل اور دانائی کے رونق افزا ہیں وہ ضرور کاروباری اور محنتی ہیں۔ گروٹ[5] صاحب جنہوں نے ایک مشہور کتاب تواریخ یونان لکھی ہے لندن کے بنک گھر کے منتظم ہیں۔ جان اسٹوارٹ مل[6] صاحب ایسٹ انڈیا کمپنی کے آفس میں حساب کتاب کے جانچنے کو مقرر ہیں۔ ان سب کی تعریفیں جو ان کی اخلاق ہیں، اس وجہ سے نہیں کہ یہ لوگ بڑے عالی خیال کے آدمی ہیں بلکہ صرف اسی وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اپنے کاموں کو بخوبی انجام دیا۔ علمی محنت جب عقلمندی اور جوش سے کی جائیگی تو ضرور ہمیشہ اپنا اثر پیدا کریگی۔ اس کی بدولت انسان آگے چلتا ہے اور اس کی

---

[1] نیوٹن دیکھو صفحہ ۳۰

[2] کوپر مشہور شاعر ۱۷۳۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۰۰ء میں مر گیا۔ اس کے اشعار سارے انگلستان کی درسی کتابوں میں جاری ہیں

[3] ورڈسورتھ انگلستان کا مشہور شاعر ۱۷۷۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۰ء میں مر گیا

[4] سر والٹر اسکاٹ دیکھو صفحہ ۴۲

[5] گروٹ انگریزی مورخ تھا۔ اسکی کتاب تاریخ یونان مشہور ہے۔ ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوا۔ تاریخ وفات معلوم نہیں

[6] جان اسٹوارٹ مل دیکھو صفحہ ۶

ترقی ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ مسلّم ہے کہ ہر کوئی یکساں ترقی نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی لیاقت کے مطابق ضرور سبھی ترقی کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہر شخص پہاڑ کی چوٹی پر نہیں چڑھ سکتا لیکن تب بھی ہر آدمی اتنا تو ضرور بلند جا سکتا ہے کہ دوپہر کھانا میسر ہے۔

خلقت انسانی پر غور کرنے سے یہ بات یقینی اور بہت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس غافل ہستی کی ترقی کے لئے ابتدا میں کچھ تھوڑی بہت مصیبت اور تکلیف بھی ایک ضروری جزو ہے۔ عزت سے بسر کرنا اپنی محنت کی کمائی۔ چین و آرام میں رہنا سب کام بے دردسر اپنے آپ ہو جانے ہونے کے لئے مخمل کا بانا ملنے سے کہیں بہتر ہے۔ کسی کام کو تھوڑی پونجی سے شروع کرنا اپنی ترقی کے لئے ایسا اکسیر ہے کہ اگر یہ کامیابی اور ترقی کے لئے ایک دستور العمل مقرر ہو جائے۔ تو بہت ہی زیبا ہے۔ ایک جج سے جب لوگوں نے پوچھا کہ وکیلوں کی ترقی کس طرح ہوتی ہے؟ تو اس نے کیا خوب جواب دیا کہ بعض لوگ تو اپنی ذہانت سے اور بعض اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے کامیاب ہوتے ہیں۔ اور بعض تو بے سبب اور بے وسیلہ اور بے لیاقت کچھ ایسی ترقی کرتے ہیں کہ انکی ترقی بالکل اعجاز ہی اعجاز معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اکثر اور عموماً تو صرف اس وجہ سے ترقی کرتے ہیں کہ انکے پاس عیش و عشرت کرنے اور بے کار پڑے رہنے کو آٹھ آنے پیسے بھی نہیں تھے۔

کل شخصی اور قومی ترقی کی اصل جڑ محنت کی ضرورت ہی ہے۔

انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی بدبختی نہیں کہ اس کی کل خواہشیں، کل امیدیں پوری کر دی جائیں۔ تا اُسے امید داد اور خواہش اور محنت کرنے کا موقع نہ ملے۔ مارکوئس ڈی اسپانی نولا[1]

[1] مارکوئس ڈی اسپانی نولا۔ ملک اطالیہ کا مشہور جرنیل جنوا شہر میں ۱۵۶۹ء میں پیدا ہوا۔ ۱۶۳۰ء میں مر گیا۔

سر ہوریس سے پوچھا کہ تمہارا بھائی کیوں مر گیا؟" انہوں نے جواب دیا کہ اس بیچارے کو کوئی کام کرنے کے لئے نہ تھا اس لئے مر گیا۔ صاحب نے یہ سنکر ایک آہ سرد کھینچی اور متعجب ہو کر کہا۔ کیا یہ ہمارے ایک بہادر جرنیل کے مار ڈالنے کے لئے کافی ہے؟"

اکثر لوگ جو تجارت اور کاروبار میں کامیاب نہیں ہوتے۔ زمانہ کی شکائیتیں کیا کرتے ہیں۔ لارڈ مرٹان صاحب لکھتے ہیں۔ مجھ کو حساب سے سخت درجہ کی نفرت ہے بیشک اگر صاحب موصوف حساب سے متنفر نہ ہوتے۔ تو انکی یہ نوبت نہ پہنچتی۔ کہ ان کے بڑھاپے میں ان کے مداح اور بہی خواہ انکی اوقات بسری کے لئے دربدر چندہ مانگتے پھرتے۔

بعض اپنے کو بدقسمت سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ فلک کج باز میرے سراسر مخالف ہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ایسے ہی حضرت کو کہتے سنا کہ اگر میں ٹوپی بنا کر بیچنے لگوں۔ تو شاید دنیا میں کل آدمی بے سر کے پیدا ہونے لگیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ ایسے لوگ عموماً اپنی ہی غفلت۔ بدانتظامی۔ فضول خرچی اور کاہلی کے نتیجے بھگت رہے ہیں۔ ڈاکٹر جونسن[1] جو اپنی جیب میں صرف تھوڑے سے پیسے لیکر لنڈن آئے تھے۔ اور جب ایک لارڈ کو خط لکھا تھا تو اسمیں "آپ کا خادم فلاں" کی جگہ "آپ کا فاقہ کش خادم جونسن" لکھا تھا۔ یہ لکھتے ہیں۔ کہ دنیا کی کل شکائتیں غلط اور بیجا تہمتیں ہیں۔ میں نے کبھی کسی لائق شخص کو محتاج اور پریشان نہیں دیکھا جہاں کہیں اور جب کبھی لوگ تباہ ہوتے ہیں تو اپنی ہی بدولت

واشنگٹن ارونگ[2] امریکا کا نامی مصنف لکھتا ہے۔ کہ لایق

---

[1] جانسن دیکھو صفحہ ۱۰۴

[2] واشنگٹن ارونگ ملک امریکہ کا مشہور مصنف تھا اس نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں اور شہر نیویارک میں ۱۷۸۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۲ء میں مر گیا۔

شخص اور کامیاب نہ ہوا یہ جھوٹ ہے۔ اور کاہل اور سست آدمیوں کا
ایسا کہنا یہ انکی مکاری ہے۔ یہ جھوٹ خلائق کو بدنام کرتے ہیں۔ اگر وہ
لایق تھے۔ اور ان کی ترقی نہ ہوئی۔ تو وہ ضرور سست و کاہل ہونگے سچّے لیاقت
والا اور عمدہ تعلیم یافتہ آدمی دنیا کے بازار میں ہرگز بے خریدار بیٹھا نہیں رہ سکتا
مگر ہاں کوشش شرط ہے۔ اور یوں بے ہاتھ پاؤں ہلائے گھر میں بیٹھے بیٹھے
اور چھت کے تختوں کو کئی دفعہ گن ڈالنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اکثر یہ لوگ
کہا کرتے ہیں۔ کہ گستاخ اور بے ادبوں کی تو ترقی ہوتی ہے۔ اور بے چارے
سیدھے سادے۔ شرمگین۔ لایق لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی اکثر
دیکھا جاتا ہیں۔ کہ اس قسم کے گستاخ آدمیوں میں مستعدی اور چستی کی ایک
ایسی صفت ہوتی ہے جس کے بغیر نری لیاقت۔ اور قابلیت محض بیکار شئے
ہے۔ بھونکنے والا کتا۔ سونے والے شیر ببر سے کہیں زیادہ مفید ہے
توجہ۔ محنت۔ درستی۔ خوش سلیقگی۔ وقت کا خیال۔ چستی۔ یہ
سب کی سب کاروبار میں ترقی کے لئے ضروری صفتیں ہیں۔ ہاں میں مانتا ہوں
کہ یہ چھوٹی چھوٹی۔ مگر ان قدر سادہ پاکیزہ صفتیں عموماً ہم لوگوں کی نظر میں
بہت ہی ہیچ اور ادنی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقتاً انسان کی ترقی اور راحت کے لئے
یہ ضروری اسباب ہیں۔ یہی وہ چھوٹے چھوٹے اوصاف ہیں۔ جو بار بار کے
برتے جانے سے آخرش انسان کی طبیعت اور عادت ہو جاتے ہیں۔ ایک
فرد کیوں۔ بلکہ قوم کی قوم کا چلن بھی ایسے ایسے ہی چھوٹے چھوٹے جزوں سے مرکب
ہوتا ہے۔ تواریخ میں ڈھونڈ کر دیکھو! اور ہر قوم کی تباہی کی حالت پر غور کرو
تو تمہیں پتہ لگیگا کہ انہیں چھوٹی چھوٹی صفتوں کے چٹان سے انکی کشتیاں
ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی ہیں۔ کچھ نہ کچھ کام اس دار العمل میں ہر انسان کو ضرور
کرنا ہی ہے۔ اسلئے لازم ہے کہ ہر کوئی کسی نہ کسی قسم کے کام کرنے کی لیاقت
پیدا کرے خواہ وہ انتظام خانہ داری سے متعلق ہو۔ خواہ تجارت کے کارخانہ کا

پھیلانا یا سلطنت کا انتظام کرنا یہ سب ہی کام کام ہیں۔

چند آدمیوں کے حالات جو جا بجا اس کتاب میں بیان ہو چکے۔ اُس سے ظاہر ہو گیا کہ ترقی کے لئے محنت کس قدر ضروری شے ہے! اس لئے اب بیان کر کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اور بیشک یہ بدیہی ہے کہ محنت خوش قسمتی کی جڑ ہے۔ درستی اور خوش سلیقگی بھی ترقی کے لئے بہت ضروری صفتیں ہیں۔ بے شک سلیقہ مند آدمی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے اچھی تعلیم پائی ہے۔ سوچنے میں سلیقہ۔ بولنے میں سلیقہ انتظام میں سلیقہ۔ غرض ہر جگہ سلیقہ ہی سلیقہ کی ضرورت ہے۔ انسان کو لازم ہے جس کام کو شروع کرے۔ اسکو پورا ہی کر کے چھوڑے۔ کیونکہ ایک چھوٹے سے کام کا بالکل اختتام ہو جانا۔ دس بڑے کاموں کے ادھورے پڑے رہنے سے ہر طرح بہتر ہے۔ سلیقہ۔ درستی اور ہر کاموں کو مناسب طور پر انجام دینا ان صفتوں پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ ایک بڑے عالم نے مجھ سے کہا کہ ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ جو کسی ایک واقعہ کو بھی موزوں طور پر اور سلیقہ سے بیان کر سکتے ہوں۔ ضرور کچھ نہ کچھ کسر رہ ہی جاتی ہے۔ کسی آدمی کا ایک چھوٹا سے چھوٹا کاروبار بھی دیکھ کر بہت اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ شخص لائق بھی ہے۔ نیک چلن بھی ہے لیکن بدسلیقہ ہے تو اس پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ اسکا کام ہمیشہ دہرایا جائیگا۔

چارلس جیمس فوکس[1] کی یہ ایک عادت تھی کہ وہ ادنے سے کام کو بھی پوری محنت سے انجام دیتے تھے۔ جب وہ سلطنت انگلستان کے وزیر مقرر ہوئے۔ تو ان سے کسی نے ان کے بدصورت حرف لکھنے کی شکایت کی انہوں نے فوراً ایک خوشنویس نوکر رکھا۔ اور بچوں کی طرح حرف مشق کرنا شروع کیا اور محنت

[1] چارلس جیمس فوکس انگلستان کا مشہور فصیح البیان اور مدبر سلطنت تھا۔ سکریٹری وقت سلطنت کے عہدہ پر بھی متمکن رہا۔ ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۰۶ء میں مر گیا۔

کیا کچھ نہیں کر لی ہے! تھوڑے ہی دنوں میں وہ خوشنویس ہو گئے۔ انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان دینے سے انہوں نے اتنی بڑی شہرت حاصل کی

کامیابی اور ترقی کے لئے خوش سلیقگی ایک بہت ضروری چیز ہے اسکی بدولت بڑے سے بڑا کام آسانی سے تمام ہوجاتا ہے۔ خوش سلیقگی گویا بکس میں چیزوں کا قرینہ سے چننا ہے۔ اچھا چننے والا برے چننے والوں سے دونی چیزیں بکس میں رکھ سکتا ہے۔ کسی کام کے سلیقہ کے ساتھ کرنے کی بہت ہی آسان ترکیب یہ ہے۔ کہ ہر ایک کام کو اسکے وقت میں کر ڈالیں۔ دوسرے وقت کے لئے اٹھا نہ رکھیں۔ سیسل صاحب کی عادت تھی کہ کبھی کسی کام کو ادھورا نہیں چھوڑتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ کہ میاں! اسوقت رہنے دو۔ کسی دوسرے وقت کرلیں گے۔ انہیں کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ کھانے کا وقت ہوچکا ہے۔ اور وہ کسی کام کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آخر جب اس کام کو کر چکے۔ تو کھانے کو بیٹھے۔ ڈی وٹ[ف] صاحب کی بھی یہی رائے ہے کہ ہر ایک کام کو اسکے وقت میں پورا کرلینا کامیابی اور ترقی اور خوش سلیقگی کی دلیل ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ اگر مجھے کہیں خطوط روانہ کرنے ہوتے ہیں۔ تو میں اسوقت سوا خط لکھنے اور ان کے روانہ کرنے کے اور کسی کام کو خیال میں بھی نہیں لاتا۔ اگر مجھے کوئی خانگی کام درپیش ہوتا ہے تو میں اسوقت ہمہ تن اسی میں مصروف رہتا ہوں۔ یہاں تک کہ اسکو پورا ہی کرلیتا ہوں

ملک فرانس کے ایک وزیر سے جو اپنے کاموں میں بہت چالاک اور اور سیر تماشوں کا عاشق زار تھا جب لوگوں نے پوچھا کہ بھائی تم سے یہ دونوں کام کیونکر ہو سکتے ہیں۔ تو اس نے کیا خوب جواب دیا اور بہت صحیح جواب دیا بھائی میں آج کا کام کبھی کل پر نہیں چھوڑتا اسلئے سیر و تماشے میرے کاموں میں

ف ڈی وٹ صاحب ہالنڈ کے ایک نامی سپہ سالار گزرے ہیں جنہیں ناحق باغیوں نے قتل کر ڈالا تھا

خلل انداز نہیں ہو سکتے۔ بڑے بڑے کاموں کو خود مستعد ہو کر انجام کرنا چاہیئے
اگر تم چاہتے ہو۔ کہ تمہارا کام پورا ہو اور سدھر جائے۔ تو تمہیں لازم ہے کہ خود مستعد
ہو کر اس کام کو کرو۔ اور اگر تم اسکا ناتمام رہنا ہی پسند کرتے ہو اور اپنے کاموں کو
اپنے سامنے اپنی آنکھوں بگڑتے دیکھ سکتے ہو۔ تو بے شک کسی دوسرے
کے سپرد کر دو۔

ایک کاہل زمیندار نے قرض سے پریشان ہو کر اپنی نصف زمینداری
تو بیچ ڈالی اور باقی نصف کو ایک کسان کے ساتھ بست سالہ بندوبست کر دیا
میعاد گزرنے پر اس کسان نے زمیندار صاحب سے آکر کہا۔ جناب!
اگر آپ کو منظور ہو۔ تو اس زمین کو میرے ہاتھ بیچ ڈالئے۔ زمیندار کو یہ سنکر
سخت حیرت ہوئی۔ اور کہا بھائی! میں تو اپنی زمینداری کا انتظام خود نہ کر سکا
حالانکہ میری زمینداری اسکی دوگنی تھی۔ مگر میں پریشان رہا خرچ آمدنی سے کہیں
زیادہ تھا۔ مجبوراً نصف تو بیچ ڈالی اور نصف کا تیرے ساتھ بندوبست کیا پھر
تجھکو اسی نصف میں اتنا نفع کہاں سے ہو گیا کہ دو ہزار روپے سالانہ دینے پر بھی اب اتنی
مالیت پیدا کر لی۔ کہ اس زمین کی خریداری کی خواہش کرتا ہے۔ کسان نے جواب دیا
صاحب! بس فرق اتنا ہے کہ آپ نے اپنی زمینداری کو کہا کہ "جا" اور میں نے
اس سے کہا کہ "آ" آپ چپ چاپ اپنے آرام کے خیال میں بیٹھے رہے اور چیزیں
برباد ہوتی رہیں۔ اور میں سویرے اٹھا اور اپنے کام پر آپ نگران رہا۔ سر والٹر
سکاٹ نے ایک نوجوان کو خط لکھا تھا کہ بھائی! اپنے وقت کو کبھی رائیگاں نہ کرنا
جو کام کرنا ہو اسے فوراً ہی کر لینا چاہتے اپنے کاموں سے فرصت پا چکنے
کے بعد چین اور آرام کرنا چاہیئے۔ اور پہلے ہی سے آرام اور تن آسانی کے
خیال میں پڑے رہنا۔ اس کام سے دست بردار ہونا ہے۔ اور نتیجہ بہت افسوس
ملنا اور سر پیٹنا ہے۔ تم نے سپاہیوں کی رجمنٹ کو روانہ ہوتے دیکھا ہوگا دیکھو
اگر پہلی صف اچھی طرح نہیں چلتی ہے تو ضرور پچھلی صف والے پریشان اور ابتر

ہو جاتے ہیں۔ ان کا آگے بڑھنا، انکی تیزی، اس انگلی صنعت کے قدم بڑھانے اور اس کی تیزی پر موقوف ہے۔ بس ٹھیک یہی حال کاروبار کا ہے اگر ہاتھ کا کام فوراً جلدی جلدی اور اچھی طرح یکے بعد دیگرے نہیں کیا جاتے تو پھر آخر کام کا ہجوم ہو جاتا ہے اور سب مل کر دبانا شروع کرتے ہیں، اور پریشانی کا مقابلہ انسان کا دماغ تو نہیں کر سکتا۔

وقت کی پوری قدر کرنے سے انسان چستی کے ساتھ ہر کام کو وقت پہ کرتا ہے۔ ملک اطالیہ کا ایک حکیم وقت کو اپنی جائداد کہتا ہے اسکا قول ہے یہ وقت ایک ایسی جائداد ہے جس میں بغیر تردد اور تلاش کئے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر پوری کوشش کی جائے تو کبھی کسی کو بے پھل نہیں بنتی اور اگر یہ بیکار چھوڑ دیجائے تو اس میں سوائے کانٹوں اور بیکار درختوں کے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ وقت کو اچھی طرح استعمال کرنے کا ایک بہت ہی ادنے سے ادنے فائدہ یہ ہے کہ انسان بہتیری برائیوں سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ کاہل اور بیکار شخص کا دماغ شیطان کی دوکان ہے اور بیکار آدمی شیطان کا تکیہ۔ ہمارا مفید کاموں میں مشغول رہنا گویا زمین کا کھیت آباد رہنا ہے اور بے کار رہنا اُس خوش آیند زمین کا ویران اور خالی رہنا ہے بیکار آدمی کے خیالات کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اس وقت لالچ، حرص و ہوا فوراً اس کے دماغ میں آگھستی ہے، اور بُرے بُرے خیال جھنڈ کے جھنڈ آنے لگتے ہیں۔ سمندر کے سفر میں یہ عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ اسی جہاز میں بغاوت پھیلی ہے جس کے کارندے بیکار پڑے رہتے ہیں۔ کیونکہ اس بیکاری کے عالم میں شیطان انکے کان میں یہی پھونک دیتا ہے کہ چلو کپتان کا کام تمام کرو اور جہاز کو اپنا کر لو۔ اسی لئے ایک تجربہ کار کپتان کا یہ دستور تھا کہ جب جہاز میں کوئی کام نہیں ہوتا، تو مجبور نوکروں پر تاکید کرتا کہ لنگر صاف کیا کرو۔

کاروباری آدمی وقت کو دولت سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ بیش بہا چیز دولت سے بھی کہیں بڑھکر ہے۔ وقت کو اچھی طرح استعمال کرنا ترقی کا

باعث اور ثبات چلنی کی بنا ہے۔ وہ ہر ایک گھنٹہ جو کاہلی اور واہیات کام میں
صرف کیا جاتا ہے۔ اگر اسکو کوئی اچھی طرح استعمال کر سکے۔ تو اسی ایک
گھنٹے کی بدولت چند برسوں میں ایک جاہل۔ عالم اور ایک بے وقوف عقلمند
بن سکتا ہے۔ وقت اگر کاموں میں صرف کیا جائے تو زندگی ثمردار ہو اور وقت
عمل کاٹنے کی ایک اچھی فصل معلوم ہو۔ اچھے خیالات اور عمدہ تجربہ ہماری کوئی
جگہ نہیں لے لیتے۔ انہیں جہاں چاہو لیتے پھرو۔ ان سے کوئی تکلیف نہیں
پہونچتی۔ بلکہ یہ غربت اور سفر کے مہربان رفیق اور زندگی بھر کے ہمدم اور دانا
مصاحب ہیں۔ اور لطف یہ کہ انکی مصاحبت یا رفاقت میں نہ تو ایک کوڑی
کا صرف ہے۔ اور نہ کوئی دقت۔ وقت کا اچھی طرح استعمال کرنا بس آرام اور چین
کے لیے موقع اور مہلت پانے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ اور اسی کے ذریعے سے
انسان کسی قسم کا کاروبار چلا سکتا ہے۔ اور اس میں کامیاب ہو سکتا ہے اور
پریشانیوں سے بچ سکتا ہے۔ وقت کا ٹھیک حساب نہ رکھنے سے ہمیشہ کھلبلی پڑی
رہتی ہے اور پریشانی اور مصیبت سر پر کھڑی رہتی ہے۔ انگلستان کے مشہور جرنیل
نلسن[1] نے ایک دفعہ کہا۔ کہ میری ترقی صرف اسی وجہ سے ہوئی۔ کہ میں ہمیشہ ہر کام
پر پندرہ منٹ پہلے سے تلا رہتا تھا۔

جس طرح بعض دولتمند پہلے دولت کی قدر نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ
جب دولت ان کے ہاتھ سے نکلنے لگتی ہے تب کہیں نواب صاحب خواب
غفلت سے چونکتے ہیں۔ بس بجنسہ یہی حال اکثر لوگوں کا وقت کے ساتھ
بھی ہے۔ یہ وقت کو بیکار صرف کیا کرتے ہیں۔ کیسے کیسے بیش بہا گھنٹے
گراں قیمت۔ جیسے نایاب سال انکی آنکھوں کے سامنے ضائع ہوتے ہیں اور وہ
غفلت کی نیند میں پڑے سوتے ہیں۔ کچھ خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور جب ان کے

[1] نلسن۔ انگلستان کا ایک بہت بڑا نامی جرنیل تھا۔ اسکی فتح یابیوں اور بہادری کی بہت شہرت ہے۔
[illegible] میں پیدا ہوا اور فرانسیسیوں سے لڑنے وقت گولی سے زخمی ہوکر [illegible] میں مرگیا

مرنے کا دن آن پہونچتا ہے۔ تب وہ اپنے وقتوں کو نیکیوں اور بھلائیوں سے معمور کر دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ مثنوی کہ بعد از جنگ یاد آید بہ کلہ خود باید زد۔ جب بے پروائی اور کاہلی کی عادت پختہ ہوجاتی ہے اور جب ہم اپنے ہاتھوں باندی ہوئی زنجیروں میں خوب جکڑ جاتے ہیں۔ تو پھر اس وقت ان زنجیروں کا توڑنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ محنت سے ہم کھوئی ہوئی دولت پا سکتے ہیں۔ بھولا ہوا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ دوا اور پرہیز سے زائل شدہ تندرستی ہم پھر دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن گم شدہ وقت ہمیشہ کیلئے گم ہے۔ سچ ہے گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ وقت کی قید انسان کو وقت پہ کام کرنیکا عادی بنا دیتی ہے۔ وقت کا لحاظ اور وقت پر کام کرنا بادشاہوں کے لئے اخلاق اور محبو...قت سے ...ریف آدمیوں کا فرض ہے اور کاروباری آدمی کو اسکی ضرورت بانتے وقت کے خیال اور پابندی سے انسان کا اپنے اوپر اعتماد ہوتا ہے۔ جو آدمی انتظار میں دوسروں کو پریشان نہ کرے۔ وہ بے شک اپنے وقت کی بھی قدر کرتا اور دوسروں کے وقت کی بھی۔ غرض ہمارا وقت کا خیال اور لحاظ رکھنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ ہم کو دوسروں کی بھی تعظیم منظور ہے یہ ایک قسم کی دیانتداری بھی ہے کیونکہ کسی سے ایک خاص وقت میں ملاقات کرنے کا وعدہ کرنا بھی ایک قسم کا معاہدہ ہے۔ پھر جو شخص اس معاہدہ کو توڑتا ہے وہ بیشک بے ایمان اور ہرگز دیانتدار نہیں۔ اور چونکہ وہ وقت دوسرے کا ہو چکا تھا اور اب اسکو اپنے مصرف میں صرف کرتا ہے۔ تو اس لئے وہ دغا باز بھی ہے۔ ساد...ے شک چلن نہیں جس شخص کو اپنے وقت کا خیال نہیں۔ اسکو پیسے کا روپیہ کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ ایسوں کے ہاتھ میں ہرگز کسی قسم کا کاروبار سپرد نہیں کرنا چاہیے۔ واشنگٹن کا سکرٹری ایک دفعہ اپنے آنے میں وقت معینہ سے دیر ...

ے واشنگٹن امریکہ کا نامی سپہ سالار جس نے انگریزوں سے لڑکر اپنے ملک کو آزاد کرایا۔ ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۹۹ء میں مر گیا۔

پہونچا جب واشنگٹن نے اس سے تاخیر کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے یہی جواب دیا کہ میری گھڑی کی چال کچھ غلط ہو گئی تھی۔ اس لئے مجھے وقت کا ٹھیک پتہ نہ لگ سکا۔ واشنگٹن نے اس سے کہا کہ بھائی! یا تم نئی گھڑی مول لو۔ یا ہم نیا ملازم مقرر کریں ورنہ ایسی چال سے تو کام نہیں چل سکتا۔

جس شخص کو اپنے وقت کا خیال اور پابندی نہیں ہے۔ وہ دوسروں کے آرام وچین کا بھی برباد کرنے والا ہے۔ ایسے آدمی سے جس کسی کو سروکار پڑیگا وہ وقتاً فوقتاً ضرور خلجان میں پڑیگا۔ ایسا آدمی ہمیشہ ایک مستقل انتظام کے ساتھ ہر کام میں دیر کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنی بے قاعدگی میں بہت ہی باقاعدہ ہے۔ اسکی بے ضابطگی میں بھی ایک ضابطہ ہے۔ اسکو دعوتوں میں ہمیشہ کھانا کھانے کے بعد آنا ضروری ہے۔ اسے گاڑی چل چلنے کے بعد اسٹیشن پر پہونچنا چاہئے۔ اسے ڈاک روانہ ہونے کے بعد پوسٹ آفس میں خطوط روانہ کرنا لازمی ہے۔ غرض ایسے شخص کا ہر قسم کا کاروبار اسی طرح سے تہ وبالا ہو جاتا ہے۔ اور جس شخص کو اس سے کچھ بھی تعلق رہتا ہے۔ وہ ضرور اس سے ہمیشہ رنجیدہ اور پریشان رہتا ہے۔

یہ معمول ہے کہ جو ہمیشہ عادتاً وقت کے بعد کام کرتے ہیں۔ وہ وقت گئے بعد کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کو اس گوشۂ تنگ تاریک میں پھینک دیتی ہے جہاں لوگ رات دن زمانہ ناہنجار کو کوسا کرتے ہیں۔ اور بخت و قسمت اور تقدیر و فلک کجرفتار کو گالیاں دیتے ہیں۔

اگر آدمی اعلیٰ درجہ کا کاروباری ہو جانا چاہتا ہے۔ تو اسے اپنے عادات کے علاوہ مضبوطی اور استقلال بھی چاہئے۔ اسے اتنی چالاکی اور سمجھ بھی ہونی چاہئے کہ وہ وقت پر خود انتظام کر سکے۔ کہ اس جگہ کس نہج سے کام ہو سکتا ہے۔ اور پھر فوراً اسی ڈھب سے اس کام کو مستعدی اور استقلال کے ساتھ پورا کرے۔ اس صفت کی ضرورت خاصکر ان حالتوں میں بہت ہوتی ہے

جن حالتوں میں انسان کو خلق اللہ کی ایک جماعت کثیر پر حکمرانی کرنی پڑتی ہے
جیسے فوج کے سرداروں اور بادشاہوں کو سپہ سالار کے لئے صرف بڑا جری
اور لڑاکا ہونا کافی ہے بلکہ اسکو کاروباری اور محنتی آدمی بھی ہونا چاہئے
اسکو اتنی لیاقت ضروری ہے کہ وہ اتنا تو پہچان سکے کہ کونسا آدمی کس کام
کے سپرد کئے جانے کی لیاقت رکھتا ہے۔ اسکو ضرور ہے کہ کل سپاہیوں کی
خوراک پوشاک اور ہر طرح کے آرام کا پورا خیال رکھے۔ یہ صفت یورپ کے
دو سرداروں میں تھی۔ اور وہ بیشک اعلیٰ درجہ کے کاروباری آدمی تھے
ایک نپولین دوسرا ولنگٹن۔

پانچواں باب

دولت کا اچھا اور برا استعمال

زر کہ بد نام کند اہل خرد را ملامت ... بلکہ زر بے شود از صحبت نادان بدنام

اس دنیا کے بازار میں عقلمند اور دانا وہی ہے جو روپیہ پیدا کرنے کی
ترکیبوں سے واقف ہو گیا جس نے روپیہ صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اسے
احتیاط و شائستگی سے خرچ بھی کیا اور اپنے حقداروں کیلئے چھوڑ بھی گیا۔ یہ کون
کہہ سکتا ہے کہ خدا نے انسان کو صرف دولت ہی پیدا کرنے کے لئے بنایا ہے
مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ دولت ایسی چیز نہیں ہے جسکو نفرت کی نظر سے
دیکھیں اور ریاکاروں کی طرح اس سے علیحدہ رہنا گویا سانپ کے زہر سے
بچنا سمجھیں۔ اسی دولت کے ذریعہ سے بہتیرے جسمانی آرام ہمیں میسر ہوتے
ہیں۔ اسی دولت پر کل قوموں کی عمدہ حالت کا مدار ہے جس قوم کی اخلاقی حالت

---

(۱) ولنگٹن انگلستان کا نامی جرنیل جس نے نپولین سے بادشاہ کو واٹرلو کی لڑائی میں
شکست دی سنہ ۱۷۶۹ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۵۲ میں مرگیا۔

کیا وہ کبھی معزز ہو سکتی ہے؟ جسمانی آرام کو جانے دو۔ انسان کے بہت سی اعلیٰ درجہ
کے ملکوتی قوائے بھی اسی دولت کی بدولت شگفتہ ہوتے ہیں شگفتہ ہی ہونا کیوں
بلکہ ان قوائے کا ظہور میں آنا بھی اسی پر منحصر ہے۔ کیا سخاوت۔ دیانت داری
انصاف۔ کفایت شعاری۔ حسن انتظام۔ ایسی ایسی عمدہ صفتیں۔ دولت کے بغیر
نشوونما پا سکتی ہیں؟ مگر ہاں ہم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اسی دولت کا
جب برا استعمال کیا جاتا ہے تو سینکڑوں صفات ذمیمہ ہمارے دلوں میں پیدا ہوتی
ہیں۔ لالچ۔ دغابازی۔ خودغرضی۔ بخالت۔ فضول خرچی۔ حق تلفی وغیرہ انہی دولت
کے برے استعمال کے نتیجے ہیں۔ لیکن اس میں دولت کا کچھ قصور نہیں
آزاد انسان ہر چیز دل اور ہر قوتوں کو برے اور بھلے دونوں طور پر استعمال
کر سکتا ہے۔ وہ ان سے نیک اور بد دونوں قسم کے نتیجے حاصل کر سکتا ہے
ہنری ٹیلر[1] صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر انسان روپے پیدا کرنے اس کو پس
انداز کرنے خرچ کرنے میں دین[illegible] جانے۔ لوگوں کو قرض دینے لینے اور
وارثوں کے لئے چھوڑ جانے میں پورا پورا کامل نکل آئے۔ اور کسی مد میں کہیں بھی
لغزش نہ کھائے۔ تو بیشک وہ قریب قریب کامل آدمی کے ہے۔

ہر آدمی پر فرض ہے کہ فراخ دستی اور فراغت حالی کے لئے مناسب
کوشش کرے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اسے جسمانی آرام میسر ہوگا اور یہ جسمانی
آرام وہ شے ہے جس کے بغیر روحانی ترقیاں ممکن ہی نہیں۔ خداوندنعمت
بھی مشتغل۔ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ فراخ دست انسان ہی اپنے عزیز
و اقارب کے بھی کام آ سکتا ہے۔ لوگ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی مدد
نہیں کرنی چاہئے۔ انکی مدد نہ کرنی تو گویا کافر بنا ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کی
نظروں میں بھی تب ہی ہماری عزت ہو سکتی ہے۔ جب وہ دیکھیں کہ یہ کسی کا
دست نگر نہیں۔ بلکہ روز بروز دولتمندی کے میدان میں آگے ہی بڑھتا چلا جاتا

[1] ہنری ٹیلر۔ ایک انگریزی پادری اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ ۱۸۸۵ء میں مر گیا

انسان جب متقیم ہوتا ہے اور جب اپنی جان کے اندر سے پاؤں پھیلاتا ہے تو اس میں ایک بہت ہی عمدہ صفت حاصل ہو جاتی ہے یعنی ضبط نفس کش ہو جاتا ہے اور یہ نفس کشی وہ چیز ہے جس کے بغیر انسان انسان ہی نہیں کہا جا سکتا۔ جان اسٹرلنگ صاحب فرماتے ہیں تعلیم بہت ہی خراب ہوگی جو بغیر اگر اس میں نفس کشی کی بھی تعلیم ہوتی ہو ورنہ اس تعلیم سے بہتر اور افضل ہے جس میں ہر قسم کی تعلیم تو ہوتی ہو لیکن نفس کشی کی نہیں۔

پڑھنے والوں کو ایسا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ غربا اور مزدور بڑی محنت سے دولت پیدا کرتے ہیں تو یہ ضرور کفایت شعار ہونگے یہ نہایت تعجب اور کمال افسوس کی بات ہے کہ یہ مزدور سے تو اور بھی بڑے درجے کے فضول خرچ ہوتے ہیں اپنی ساری کمائی تاڑی شراب میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ بھلا کیا ان مزدوروں کی حالت کوئی قانون درست کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں جب تک وہ خود اپنے نفس کو اپنے قابو میں نہ رکھیں۔

سیموال ڈرو صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے کفایت شعاری، دور اندیشی حسن انتظام ہماری برائیوں اور عادتوں کے بہت ہی عمدہ مصلح اور کاریگر ہیں انہیں اپنے دل کے گھر میں جگہ دو انہیں ہرگز جبر نہیں معلوم ہوگا جبر معلوم ہوگا تو کا ذکر کیا یہ تو دنیا بھر کے قانونوں اور ایکٹوں سے کہیں بڑھ کر تمہاری زندگی کی برائیوں اور آفتوں کی بہت ہی اچھی طرح اصلاح اور درست کرنے والے ہیں۔

سقراط کا قول ہے جس آدمی کے دل میں یہ خواہش ہے کہ وہ دنیا میں ایک تحریک پیدا کر دے اور گویا ایک طرح کی ہل چل ڈال دیگا اسے لازم ہے

---

۱ جان اسٹرلنگ انگلستان کا مصنف اور اخبار ٹائمس کا مشہور ایڈیٹر تھا اس کی سوانح عمری کو مسٹر کارلائل صاحب نے نہایت عمدگی سے لکھا ہے ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۴ء میں مر گیا۔

۲ سیموال ڈرو دیکھو صفحہ ۴۸ ۳ سقراط دیکھو صفحہ ۴۵

کہ پہلے خود اپنے دل کو مسخر کرلے۔ پہلے خود اپنے کو اپنے قابو میں رکھنے کی
قدرت پیدا کرلے۔ تب البتہ اس سے کچھ ہو سکتا ہے۔

وہ فضول خرچ جماعت جو اپنی ساری کمائی کو پھونک ڈالتی ہے۔ ہمیشہ ذلیل
اور خوار رہیگی۔ دوسروں کی نظروں میں اسکی قدر تو کیا خاک ہوگی۔ وہ خود اپنی
نظروں میں ذلیل بنی رہیگی۔ مجھے حیرت ہے کہ کیا فضول خرچ کے دل میں یہ
خیال کبھی نہیں آتا کہ میرے مرنے پر میرے بال بچوں کی کیا کیفیت ہوگی کیا
انکی مصیبتوں کی ہیبت ناک تصویر کبھی اسکی نظروں کے سامنے نہیں کھنچتی۔

مسٹر کوبڈن[1] صاحب نے ایک بار مزدوروں کی کمیٹی میں یہ فرمایا کہ دنیا ہمیشہ
سے دو قسم کے آدمیوں سے مرتب رہی ہے۔ ایک تو وہ جو فضول خرچی میں ہمیشہ
اپنا سرمایہ برباد کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کفایت شعار ہیں۔ مگر تم اس کو
یاد رکھو کہ اس جہان میں جتنے محل سرائیں جہاز اور محل وغیرہ ہیں جن سے ہم لوگوں
کو آرام ملتا ہے بنی ہیں۔ وہ کفایت شعار اسی دوسرے گروہ فرقہ کے آدمیوں کی بنائی
ہوئی ہیں۔ فضول خرچ اور بے پروا ہمیشہ ان کفایت شعاروں کے غلام بنے رہے ہیں اور بنے رہینگے
یہ ایک فطرت کا قانون ہی ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ فضول خرچ اور نالائق آدمی ترقی
کر سکتا ہے۔ تو مجھ سا جھوٹا اور منافق کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

مسٹر برائٹ[2] صاحب نے بھی ایک بار مزدوروں کی کمیٹی میں ارشاد فرمایا:
الحمدللہ کہ اب انگلستان کے ہر درجہ کے آدمیوں میں دیانتداری پائی جاتی ہے
اور اب ہر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ بری حالت سے نکل
اور اچھی حالت کی طرف متوجہ ہو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ ترقی صرف خواہش ہی سے نہیں

---

[1] مسٹر کوبڈن انگلستان کا تاجر اور پارلیمنٹ کا ممبر اور بڑا سیاح تھا۔ شہر [illegible]
میں پیدا ہوا۔ اور لندن میں ۱۸۶۵ء میں مر گیا۔

[2] مسٹر برائٹ انگلستان کا تاجر اور پارلیمنٹ کا ممبر ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا اور
ابھی تک زندہ ہے۔

ہوسکتی ترقی کے لئے یہ تین چیزیں ضروری او لازمی ہیں۔ محنت۔ کفایت شعاری
اور برے فعلوں سے پرہیز۔ جب تک ہم ان پر عمل نہ ہونگے۔ ترقی ہو نہیں سکتی
ترقی کرنے کے لئے کوئی نئی راہ نہیں ہے وہی پرانی راہ جس پر اگلے چلتے تھے
ہم کو بھی اسی پر چلنا ہوگا۔ دیکھو! انہیں مندرجہ بالا صفتوں پر کاربند ہونیکی وجہ
سے آج انگلستان میں متوسط درجے کے آدمی کثرت سے دکھائی دیتے ہیں۔

ورد ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ ان صفتوں پر عامل نہ ہونے کی وجہ سے اس انگلستان
میں امیروں اور غریبوں کے سوا متوسط درجہ کے آدمیوں کا وجود تک نہ تھا
تم یہ کبھی نہ سمجھنا گورنمنٹ یا کوئی قانون تمہاری حالت کو بدل سکتا ہے مجھے
بہت غور و فکر کے بعد یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ تم کو آپ اپنی مدد کرنی چاہئے
بس اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ تمہاری ترقی کا ممکن نہیں۔

کفایت شعاری سے صرف روپے جمع کرنا اور صندوقوں میں قفل لگاکر
رکھنا۔ خزانہ کے سانپ کی طرح رات دن اسکی صرف حفاظت ہی کرتا رہنا
بیشک نہایت ذلیل کام ہے۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بخیل ہمیشہ ذلیل ہے
لیکن کفایت شعاری اس غرض سے کہ زندگی آرام سے بسر ہو۔ کسی کا دست نگر
ہونا نہ پڑے بے شک ایک مردانہ کام ہے۔ اور اس نیت سے کہ عزیزوں
رشتہ داروں کے حقوق سے سبکدوشی ہو۔ قوم کی امداد کرسکوں نہایت ہی
اعلےٰ بلکہ قابل تحسین کام ہے۔ فرانسس ہارنر صاحب نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے
کو یہ نصیحت کی۔ کہ اگر تم اپنی زندگی آرام سے بسر کرنی چاہتے ہو تو کفایت شعاری
کو فرض سمجھو۔ یہ صفت اس قابل ہے۔ کہ ہر شخص اس سے موصوف ہو آزادی
اسی کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور آزادی کا حاصل کرنا ہر ذی ہوش

لہ فرانسس ہارنر۔ ایک انگریزی مصنف تھا اس نے سیاست مدن پر کئی تحریریں
لکھی ہیں اور پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا۔ شہر اڈنبرا میں ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا اور
۱۸۱۷ء میں مرگیا۔

خصوصاً بلند حوصلہ انسان پر ایک بہت ہی ضروری فرض ہے۔ ہر شخص کو لازم
ہے کہ اپنی چادر کے اندازہ سے پاؤں پھیلائے۔ بغیر اس کے پابندی محال ہے
کیونکہ جو شخص اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ ضرور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا
یا گرسنگی قوت پرہیز نماند۔ افلاس عنان از کف تقوی بستاند۔ وہ حضرات جو
چندروزہ عیش و عشرت میں کل سرمایہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور اپنے حق داروں اور عزیز
و اقارب کا خیال تک دل میں نہیں لاتے۔ وہ پہلے تو اپنی عیاشی کے نشہ میں کچھ ایسے
بدمست رہتے ہیں کہ ایک نہیں سمجھتے۔ لیکن جب تنگدستی کی ترشی اس کا سارا
نشہ اتار دیتی ہے۔ تب انہیں اپنے افعال پر حسرت اور ندامت ہوتی ہے اور
اب آکر انہیں اپنی دولت کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے۔ مگر اب پچھتائے
کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ یہ فضول خرچ اگرچہ فطرتی سخی بھی ہوں
لیکن انکی بے پروائی انہیں ایسا کنوئیں جھنکاتی ہے کہ آخر یہ اپنی نظروں میں
آپ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنی اچھی خاصی دولت کو اپنے گراں مایہ وقت
کی طرح اک تلم پھونک ڈالتے ہیں۔ اور جب ان کی دولت ان کی فضول
خرچیوں کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ تو آخر اس موہومی امید پر قرض لیتے ہیں
کہ آئندہ ادا ہو جائیگا۔ اور تو کیا خاک ہوگا۔ رہی سہی آزادی کا تاج بھی چھن
جاتا ہے۔ اور آخر کو شرافت سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے آدمی
دنیا کے بڑے شاکی ہوتے ہیں۔ اور ہم کو تم کو اپنا دشمن سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن
سچ پوچھو۔ تو ان کا کوئی بھی دشمن نہیں ہوتا۔ یہ اپنے دشمن آپ ہوتے ہیں۔
جس شخص نے اپنے اوپر رحم نہ کیا۔ پھر اس کا دوسروں کی رحمت اور شفقت کا
امیدوار ہونا محض بیوقوفی ہے۔ وہ آدمی جو حساب کتاب سے چلتے ہیں
جو سنبھل سنبھل کر اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اکثر انہیں کے جیبوں
میں لٹنے روپے پائے جاتے ہیں۔ جو کبھی کسی مصیبت زدہ کے کام
آجائیں۔ لیکن وہ حضرت جو شاہ خرچ کہلاتے ہیں وہ تو صرف نام ہی کے شاہ ہوتے ہیں

ایک محتاج کی مدد بھی ان سے نہیں
اس میں شبہ نہیں۔ کہ کوتہ اندیشی ہی کی وجہ سے انسان کاروبار میں
تنگ دل ہو جاتا ہے۔ اور انسوں سے اس جہان میں کامیابی بہت مشکل ہے
جس کی نظر ہمیشہ ایک ہی کوڑی پر رہتی ہے۔ وہ دو کوڑی کبھی نہیں دیکھ سکتا
ایک چھوٹے دانہ ہی کے تاک میں بیٹھنے والی چیونٹی پہاڑ کو کبھی خیال میں بھی
نہیں لا سکتی۔ یعنی جو شخص دناءت پر کمر باندھتا ہے۔ وہ اکثر مرتے مرتے دم تک
دنی الطبع ہی رہتا ہے۔ کبھی بلند نظر نہیں ہوتا۔ اسکی نظر صرف جزئیات ہی پر
محدود رہتی ہے۔ کلیات کا تصور اسکے دماغ میں سما ہی نہیں سکتا۔ بیشک دیانت
داری کی طرح سخاوت بھی بہت عمدہ پولسی حکمت عملی ہے تواریخ میں ایسی
مثالیں بہت ہیں۔ جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دیانت دار اور سخی ہی ہمیشہ کامیاب
رہے اور چل نکلے۔ اور بخیل اور تنگدل آدمی منہ ہی دیکھتے رہ گئے۔ سچ ہے
جسکی دیگ اسی کی تیغ "
خالی کیسہ ہمیشہ سرنگوں ہی رہتا ہے۔ اسی طرح قرضدار کبھی سربلند نہیں
ہوتا۔ وہ لالچی بن جاتا ہے۔ وہ اپنے مہاجن کا گویا غلام ہو جاتا ہے۔ اسکی نظر
ہمیشہ نیچی رہتی ہے۔ وہ سچائی پر کبھی قایم نہیں رہ سکتا۔ یہ مقولہ بہت ٹھیک
ہے۔ کہ "قرض کی پیٹھ پر جھوٹ کی سواری" یعنی قرض کے ادا کرنے اور تقاضا سے
سے بچنے میں۔ انسان کو اکثر وعدہ خلافی کرنی پڑتی ہے۔ جھوٹا وعدہ کرنا ہوتا ہے
پہلے ہی مرتبہ قرض نہ لینا اور قرض دینے والے کا احسان مند نہ ہونا بہت
آسان ہے۔ لیکن جب انسان ایک مرتبہ قرض کا بوجھ اٹھا لیتا ہے تو دوسری
دفعہ پھر اس کا بوجھ اٹھا لینے میں اسے کچھ روک اور مضائقہ نہیں ہوتا۔
اور آخر نوبت یہاں تک پہنچتی ہے۔ کہ وہ شخص قرض کے اس جال میں پھنس
جاتا ہے۔ جس سے ہزار کوشش کرنے پر بھی نکلنا دو بھر ہو جاتا ہے۔
سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل ۔ چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل جیسے کوئی جب

ایک جھوٹ بولتا ہے۔ تو اس جھوٹ کو پایۂ صداقت پر پہونچانے کے لئے اسے کئی جھوٹ بولنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح سے جو شخص ایک دفعہ قرض لیتا ہے۔ تو پھر اسے اس قرض کو ادا کرنے کے لئے مسلسل اور غیر متناہی قرض لینا پڑتا ہے۔ جانسن[1] صاحب نے قرض کے بارے میں کیا عمدہ مضمون لکھا ہے۔ کہ قرض لینے کے عادی نہ ہو۔ یہ تمہیں صرف تکلیف ہی نہیں دیگا۔ بلکہ مصیبت میں بھی پھنسائیگا اور غریب بھی بنا چھوڑیگا۔ اور تم جانتے ہو۔ کہ اسی غربت کی وجہ سے انسان بہتیرے خراب کاموں کے کرنے سے مجبور رہ جاتا ہے۔ اسی غربت کی وجہ سے بہتیرے جرموں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لئے ہرگز قرض نہ لو اور ہمیشہ اسکا خیال رکھو۔ کہ غربت تمہارے پاس نہ پھٹکے۔ انسان کی کل خوشیوں کا خون کرنے والی یہی غربت ہے۔ جتنی مقدار تمہارے پاس ہو۔ اس سے بہت کم خرچ کیا کرو۔ کفایت شعاری سے تمہیں صرف چین و آرام ہی نہیں نصیب ہوگا۔ بلکہ تم سخی بھی ہو سکتے ہو۔ جو شخص اپنی مدد نہیں کر سکتا ہے وہ دوسروں کی کیا مدد کر سکتا ہے! ہم لوگ کسی کی مدد تب ہی کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس اپنے اخراجات سے فاضل سرمایہ ہوگا۔

ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مصارف کو قلم بند کیا کرے۔ خرچ کا لکھ رکھنا کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے۔ اور اس میں بہت بڑا نفع ہے۔ لاک[2] صاحب کا یہ مقولہ ہے۔ جب تک انسان کے اخراجات ہر وقت اسکی نظر کے سامنے نہوں۔ تب تک وہ حساب سے چل ہی نہیں سکتا۔

نوجوان کو لازم ہے۔ کہ جب کسی کام میں ہاتھ لگائیں۔ تو اس کو مضبوط

---

[1] جانسن دیکھو صفحہ ۱۳

[2] لاک ایک انگریزی مشہور فلاسفر تھا۔ یہ مرد جد عیسائی تھا۔ اسکی تحریریں بڑی عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ ۱۶۳۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۰۴ء میں مر گیا۔

شائستہ طور پر شروع کریں۔ کیونکہ کسی کام کو بعنوان شائستہ شروع کرنا ہی گویا اسمیں
نصف کامیابی حاصل ہو جانا ہے۔ بہتیرے جوانوں نے اسی غلط ابتدا کی وجہ
سے ایسی ٹھوکر کھائی ہے۔ کہ انکی ہمت ہی پست ہو گئی۔ سارے کی نکوست
اور ناامیدی پیدا ہو گئی [illegible] ابتدا ہی میں کسی کام کا سجل اور سڈول ہونا اسکی
آئندہ کی ترقیوں کے بہت عمدہ آثار ہیں

بہتیرے لوگ صرف نتیجے ہی اٹھانے کی فکر میں پڑے رہتے ہیں۔ اگلوں نے
اس کام کو جس جگہ سے شروع کیا تھا وہیں سے شروع کرنا نہیں چاہتا
بلکہ جہاں پر انکے بزرگواروں نے اس کام کو ختم کیا تھا۔ اسی جگہ سے شروع
کیا چاہتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ خواہش ہے کہ محنت کے نتیجے آپ سے
آپ حاصل ہو جائیں لیکن محنت کرنی نہ پڑے۔ ایک صاحب سے
جب لوگوں نے پوچھا کہ جناب! آپکے لڑکے اسقدر جلد کیوں تباہ ہو گئے
انکی تجارت میں کیوں ترقی نہ ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ حضرت جب
ابتدا میں [illegible] کسی قسم کا کارخانہ پھیلتا ہے۔ تب انتہا میں پلاؤ قورمہ تک
کی نوبت پہنچتی ہے۔ لیکن ان حضرت نے پلاؤ قورمہ ہی سے ابتدا کی اسی لئے
انکی یہ نوبت پہنچی۔

نوجوانوں کی ترقی کی راہ میں پھسلانیوالی اور للچانیوالی چیزوں کا ہجوم ہوتا ہے
جہاں وہ کسی خواہش سے کبھی مغلوب ہوئے پھر قدم قدم پر ذلت اسکے آگے
ہے۔ نفسانی خواہشوں کی پابندی، نوجوانوں کے دلوں سے اس فطری نور کو
زائل کر دیتی ہے جسکو خدا نے ہم لوگوں کی بھلائی کیلئے ان کے دلوں میں رکھا ہے
جس وقت تمہارا نفس امارہ تمہیں برائیوں کی ترغیب دے۔ اس وقت تمہارا
نہایت دلیری اور مستعدی سے ایک "نہیں" کا لفظ کہدینا ان برائیوں سے
بچنے کے لئے بس ہے۔ بری باتوں کے کرنے میں پس و پیش کرنا بلا میں
گرفتار ہونا ہے۔ کیونکہ اپنے حفظ ناموس کے بارے میں جو عورت پس و پیش

میں پڑی تو سمجھ لو کہ اس نے اپنی عزت اور آبرو کھو دی۔ برائیوں سے بچنے کے
لئے صرف دعاؤں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ برائیوں کو برا سمجھ لینا ہی اون
برائیوں سے بچنا ہے۔ اب چاہو تم اوسے دعا کہو یا نجات۔ خدا سے دعائیں
مانگنی اور منتیں کر لیں کہ وہ ہم سے برائیوں کو چھڑوا دیوے۔ اور کچھ ہمت کر کے
اون برائیوں سے الگ ہو نا ہی بے ادبی اور خلاف تنظیم خداوندی بلکہ ایک
قسم کا نفاق ہے۔ اس زندگی میں سینکڑوں لبھانے والی خواہشیں اور خوش
نما چیزیں انسان کے سامنے آتی ہیں۔ پھر اون میں سے ایک کا بھی تابع
ہو جانا اپنی ایک خوبی کو کھو دینا اور رفتہ رفتہ کمزور بننا ہے۔ اگر انسان دلیری
اور ہمت کر کے ایک بری خواہش سے بچے۔ تو پھر اوسے دوسری سے بھی
بچنے کی جرأت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح اگر برائیوں سے برابر بچتا
چلا جاوے۔ تو آخر اس کو برائیوں سے بچنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ انتظام الٰہی
یہی ہے۔ کہ اس دنیا کے کل کاروبار عادتوں سے ہوا کریں۔

ہگ ملر صاحب لکھتے ہیں کہ میں مستری کا کام کرتا تھا۔ ایک دن میں اور
میرے ساتھیوں نے معمول سے کچھ زیادہ کمایا۔ سب لوگوں کی یہ رائے ہوئی
کہ آؤ! آج اس کی خوشی میں سب مل کر خوب شراب پئیں۔ میں بھی اپنے
ساتھیوں کی دیکھا دیکھی دو پیالے پی ہی گیا۔ گھر جو آیا۔ تو میری باتیں بہکی بہکی
ہوتی ہیں۔ قدم بہک کے پڑتے ہیں۔ کتاب پڑھتا ہوں تو حروف بھاگتے
نظر آتے ہیں۔ آنکھ ٹھہرتی ہی نہیں۔ مجھے اپنی اس حالت پر سخت ندامت
ہوئی۔ دل میں مصمم ارادہ کیا۔ کہ اب شراب کو ہاتھ سے چھوؤں گا بھی نہیں
چنانچہ اس کا اس ارادے سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اور ابھی تک
میں اپنے ارادے مصمم کی بدولت خدا کے فضل سے اوس بری بلا سے
بچا ہوا ہوں۔ اسی طرح کا فیصلہ انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے

ہگ ملر دیکھو صفحہ ۲

پاکیزہ فکروں اور نیک ارادوں سے معطل رہیگی اور تمہارا دماغ عمدہ خیالات سے خالی رہیگا۔ تو ضرور ہوائے نفسانی اور حرص خباثت طینتی اس خلا میں گھر کریگی جسمانی ریاضت اور جسمانی کام سب کاموں سے زیادہ مفید ہے اور بیشک شیطان کے وسوسوں اور اس کے فریب اور حیلوں سے بچنے کا عمدہ وسیلہ ہے بیکار شخص تندرست بھی ہو۔ تو اسکا جسم بیشک سبک اور ہلکا ہوگا اُس کے اعضا کبھی ٹھوس اور پریا وزنی نہونگے اس کے جسمانی اجزا کا باہمی اتصال ایک ایسی گرہ کا سا ہوگا۔ جو ابھی تک خوب مضبوط باندھی نہیں گئی۔

عملی ترقی جسمانی صحت ہی پر بہت کچھ منحصر ہے۔ ہاڈسن نے اپنے ایک دوست کو ہندوستان سے لکھا تھا۔ کہ اگر میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں۔ تو اس کا باعث یہی ہوگا۔ کہ میری قوت ہاضمہ بہت درست ہے کسی کام کو دلی رغبت سے دیر تک کرتا رہنا صرف اسی ایک تندرستی اور صحت پر منحصر ہے۔ اور اسی لئے تندرستی کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے اسکول کے اکثر طلباء جو بے دل۔ شاکی۔ ناخوش۔ سست۔ نزاوہمی اور خیالی منصوبہ باندھنے والے نظر آتے ہیں۔ اسکی صرف یہی وجہ ہے۔ کہ انکی صحت اور تندرستی کی طرف پورا خیال نہیں رکھا گیا۔ اور نہ خود انہوں نے اپنا جسمانی فرض پورا پورا ادا کیا۔ ڈاکٹر چیننگ[1] نے لکھا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ آج بہتیرے لڑکے ناامیدی کے اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اس خاص مہلک عارضے یعنی سبز باغ کی سیر اور خیالی منصوبہ باندھنے کی مجرب دوا اور اس کے دفع ہونے کی موثر تدبیر اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ محنت کریں۔ اور جسمانی ریاضت کی روزانہ مشق کبھی نہ چھوڑیں

---

[1] ڈاکٹر چیننگ۔ ملک امریکہ کا نامی موجد عیسائی تھا۔ اس کے وعظوں کا جہان میں شہرہ ہے۔ ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوا ۱۸۴۲ء میں مرگیا۔

انگلستان ملک سارے یورپ کا نامی فیلسوف سر اسحاق نیوٹن
جس نے کئی ایسے مسئلے نکالے ہیں جن سے علوم کی کیفیت بدل گئی
اسکول میں کچھ ایسا ذہین لڑکا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہاں ہتوڑے اور بسولے
کے کاموں میں، آرہ چلانے میں، لدہاروں کے کاموں میں بہت
مشاق تھا۔ لڑکپن میں اپنے کمرے میں بیٹھا چھوٹی چھوٹی گاڑیاں عمدہ اور
سفید کلیں بنایا کرتا اور جب جوان ہوا تو اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو
میزیں بنا کر دیتا۔ کل بڑی بڑی کلوں (جیسے ریل گاڑی وغیرہ) کے موجد
اسمی ٹن، واٹ، اسٹیفن سن آرہ کشی میں نہایت مشاق تھے۔ بیشک اگر یہ
چھٹپن ہی سے جسمانی محنت کے عادی نہ ہوتے تو جوانی میں اتنا کچھ نہ کر سکتے
الی ہیو برٹ لکھا ہے کہ اگر میں جسمانی محنت چھوڑ دوں تو مجھ سے اچھی طرح
پڑھنا ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ یہ ایک دفعہ جسمانی محنت کرنے سے جو اکتایا
تو لڑکوں کا پڑھانا اور اپنا پڑھنا سب کو تج کر چند روز تک صرف نجاری ہی
کرتا رہا۔ لازم ہے کہ لڑکوں کو ابتدا میں دستکاری ہی سکھلائی جائے اور انکو ایسے
ایسے کاموں میں لگایا جائے جس سے انکی جسمانی صحت روز افزوں ہو پہلے انکو علم
جرثقیل کی چھوٹی چھوٹی باتیں عملی طور پر بتائی جائیں پھر انکو اسمیں مشاق بنایا
جائے تاکہ جب وہ بڑے ہو جائیں اور دنیا میں کچھ کرنا چاہیں تو انکو محنت کی عادت
پڑی رہے اور اسوقت کسی کام سے نکاجی اکتا نہ جائے۔ کیا برا دستور ہے

---

۱ سر اسحاق نیوٹن دیکھو صفحہ ۳۶
۲ اسمی ٹن انگلستان کا مشہور انجنیر تھا۔ اس نے کئی کلیں اور بہت سی عمارتیں بنائی
ہیں۔ سنہ ۱۷۲۴ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۹۲ء میں مرگیا۔
۳ واٹ دیکھو صفحہ ۴۴
۴ اسٹیفن سن دیکھو صفحہ ۴۴
۵ الی ہیو برٹ ملک امریکہ کا عالم تھا اس نے کئی زبانوں کو حاصل کیا۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں مرگیا

کیونکہ وہ مزدوری سے پیٹ بھرنے کے لئے صرف محنت ہی کیا کرتے ہیں۔
اور روحانی ترقیوں کی طرف مطلق متوجہ نہیں ہوتے۔ امرا اور شریف لکھے
جسمانی محنت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور نرے کتابی کیڑے ہی
بن جاتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں فرقوں میں دونوں صفتوں کا اکٹھا کر دینا
بہت ہی ضروری ہے۔ ہر ایک دونوں صفتوں سے مالا مال ہو جائے اور ایک کی
کمی اور نقصان کو پورا اور کامل کرے۔ ایک محقق کی تحقیق ہے کہ دنیا میں جتنے
بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں۔ وہ صرف اسی وجہ سے بڑے نہیں ہوئے تھے
کہ روحانی صفتوں میں ہی وہ کامل اور عام آدمیوں سے ممتاز تھے۔ بلکہ وہ
اس وجہ سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمی کہلائے کہ جس طرح وہ روحانی
صفتوں میں کامل اور سب سے ممتاز تھے اسی طرح جسمانی قوتوں میں بھی
پورے اور عوام سے بڑھ کر تھے قانون دان۔ وکیلوں سلطنت کا انتظام
کرنے والوں کا عام لوگوں سے زیادہ قوی ہونا ایک بہت ہی ضروری ہے
کیونکہ انکو دن بھر بند جگہوں اور تنگ مکانوں میں رہنا پڑتا اور سخت محنت
کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ نامی قانون دان اور مدبران سلطنت
عام آدمیوں کے اعتبار سے قوی الجسم تھے۔ بروگہم[1] لنڈہرسٹ[2]
کیمبل[3] پیل[4] پامرسٹن[5]۔ یہ سب کے سب قوی الجسم تھے۔

---

[1] بروگہم دیکھو صفحہ ۱۶

[2] لنڈہرسٹ۔ انگلستان کا جج۔ پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ ملک امریکہ میں ۱۷۷۲ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۶۳ء میں مرگیا

[3] کیمبل پارلیمنٹ کا مشہور ممبر اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ ملک سکاٹلینڈ میں ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۰۹۱ء میں مرگیا [4] پیل دیکھو صفحہ ۱۷

[5] پامرسٹن۔ پارلیمنٹ کا ممبر تھا اس نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۷۸۴ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۶۵ء میں مرگیا

دولت حاصل کرنے کے لئے ہمت کی بڑی ضرورت ہے۔ جان فاسٹر
صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک جوان مالدار نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی کل
جائداد عیاشی اور فضول خرچی میں برباد کردی۔ اور بالکل محتاج ہو گیا جو بڑے
دوست تھے ایسے وقت میں کام آتے کہاں۔ غمخواری کے بدلے اس سے نفرت
کرنے لگے جب وہ نہایت ہی محتاج ہو گیا۔ تو اپنی آئندہ کی ذلت اور مصیبت کو
خیال کرکے باوجودیکہ جان کیسی پیاری ہوتی ہے۔ اس نے جان دینے کا ارادہ
کیا۔ اور دل میں ٹھان لیا۔ کہ چلو پہاڑ پر سے اپنے کو نیچے گرادوں۔ غرضیکہ خود
کشی کا مصمم ارادہ کرکے وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ وہاں سے وہ کل
بستیاں جو ایک دن خاص اسی کی تھیں۔ نظر آنے لگیں۔ ان کو دیکھ کر وہ
دریائے تحیر میں ڈوب گیا۔ اور خیال کی بڑی لہر میں پڑ گیا تھوڑوں کے
بعد قوت فیصلہ نے سہارا دیا۔ ہمت و استقلال نے جو بازو پکڑے۔ تو ساحل
مقصود نظر آنے لگا۔ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں پھر اپنی کل جائداد
کا مالک ہوں گا۔ یہ کہہ کر نیچے اتر آیا۔ اور چند مزدوروں کو کوئلے اٹھاتے دیکھ کر فوراً
خود ان کا بھی شریک ہو گیا جو کچھ مزدوری ملی اس میں سے تھوڑا تو خرچ کیا۔
اور باقی کو رکھ چھوڑا۔ اسی طرح سے برابر محنت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تھوڑے
ہی دنوں میں اتنی حیثیت ہو گئی۔ کہ اس نے ایک چھوٹی سی تجارت شروع کردی
اور بڑی کفایت شعاری اور محنت سے برابر سوداگری کرتا رہا۔ تھوڑے ہی عرصہ
میں بہت بڑا مالدار ہو گیا۔ جان فاسٹر صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں برابر اس
شخص کی حالت کو خود دیکھتا رہا۔ اس نے اپنی کل جائداد پھر خریدی اور چھ لاکھ
روپے نقد چھوڑ کر مر گیا۔ بے شک اس شخص میں فیصلہ کرنے والی قوت تھی۔
انہیں باتوں کو وہ پہاڑ پر سوچ رہا تھا۔ اور بے فیصلہ کئے وہاں
سے نہ ٹلا۔ اور اترا۔ تو ہمت اور استقلال دونوں کو

جان فاسٹر۔ دیکھو صفحہ ۳۶

ساتھ لیکر نیچے اترا۔ اور جو کچھ وہاں سوچا تھا وہی کر گزرا۔ اسکی نجالت سے قطع نظر کرو۔ تو بے شک یہ شخص تعریف کے قابل ہے۔ اگر یہ اپنے روپے رفاہ عام میں صرف کرتا۔ تو کتنے فخر کے لائق ہوتا۔

انسان کتنی ہی دیانت داری سے روپے کیوں نہ حاصل کرتا ہو لیکن جب اپنے روپے سے لوگوں کو نفع نہیں پہونچاتا ہے۔ تو وہ بہت ہی ذلیل آدمی ہے۔ جوانوں کو ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ انکی جوانی کی کفایت شعاری کہیں بڑھاپے میں جاکر نجالت نہ بن جائے۔ اور جو کام پہلے فرض اعظم تھا کہیں وہی گناہ عظیم نہ ہو جائے۔ دولت نہیں۔ بلکہ دولت کی محبت سب گن ہونکی جڑ ہے۔ دولت کی محبت انسان کے دل کو تنگ و تاریک بناتی ہے اور صفات حمیدہ کا نشو اس میں ہونے نہیں دیتی۔

جس شخص نے اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے دولت حاصل کی ہے وہ بے شک نہایت ہی تعریف کے قابل ہے۔ مگر یہ یاد رہے۔ کہ نیک چلنی صرف دولت سے ہی حاصل نہیں ہوتی۔ جس شخص کو ہمیشہ ایک ایک پیسے کا خیال رہتا ہے۔ وہ کبھی نیک کاموں اور رفاہ عام میں بہت روپے صرف نہیں کر سکتا۔ وہ فی الحقیقت ایسے موقعوں میں بہت ہی غریب ہو جاتا ہے۔ بے شک "تونگری بدل است نہ بمال" بعض موقع میں ایک پیسہ بھی دیدینا خوش نیتی کی بدولت اشرفی سے کہیں زیادہ بیش بہا اور قابل قدر ہو جاتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُس شخص کو دولت سے کیا فائدہ اور امارت سے کیا حظ ملتا ہے۔ جس کا کیسہ زر تو بھرا ہوا ہے مگر ہمت ندارد۔ زمینداری تو وسیع ہے۔ مگر دل تنگ۔ گھر میں بہت کچھ ہے۔ مگر حوصلہ نہیں۔ ہمت نہیں۔ بے شک عزت اور امارت صرف دل پر ہی منحصر ہے۔

کوئی شکاری ایک تنگ منہ والے مٹکے میں تھوڑی مٹھائی ڈالکر چپکے سے جنگل میں رکھ دیتا۔ ایک بندر نے اسے دیکھا۔ پاس چلا گیا تو مٹھائی پائی

نکالنے کے لئے اس میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر کر ہاتھ نکالنا چاہا۔ لیکن اب وہ نکلے تو کیونکر نکلے نہ مٹکے کا منہ پھیلتا ہے۔ اور نہ وہ اپنی مٹھی کھولتا ہے۔ اُسے اتنی عقل نہیں۔ کہ مٹھی کھولدے۔ مٹھائی سے ہاتھ اٹھائے۔ اور اپنی جان بچائے آخر کار شکاری آیا۔ اور اُسے گرفتار کرکے لے گیا۔ ٹھیک یہی مثال ان لوگوں پر صادق آتی ہے۔ جو مال کی محبت میں پھنس جاتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ بڑا شکاری یعنی موت انہیں گرفتار کرکے لے جاتا ہے۔ یہ مثال بہت غور کے قابل ہے۔ اگر ہم برابر اس کا خیال رکھیں۔ کہ ہماری حالت اس بندر کی نہ ہونے پائے تو سینکڑوں بلاؤں سے بچ سکتے ہیں۔

دولت کی تعریف میں لوگوں نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے۔ لیکن سوچ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جہان میں جتنے بڑے بڑے کام ہوئے وہ کچھ دولت مندوں ہی سے نہیں ہوئے۔ ادیان کے پھیلانے والے قدیم و جدید تہذیب کے بانی۔ علوم و فنون کے موجد اکثر غربا ہی تھے۔ اور بعض تو ایسے تھے۔ کہ صرف مزدوری پر انکی بسر اوقات تھی۔

دولت اکثر اپنی ذاتی کوشش اور سعی کو روکتی ہے۔ ان اُمرا کے لڑکوں اور بلکیوں کو دیکھو۔ جو بیٹھے بٹھائے بے دردسر اپنے باپ دادوں کی میراث پاکر امیر بن بیٹھے ہیں۔ اور وہ دولت ان کے حق میں نعمت ہونے کے بدلے آفت ہو گئی ہے۔ ایسے مال مفت کے پلنے والے محض کاہل اور بے کار ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اپنے گرانمایہ وقت کے ذبح کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اگر یہی دولت مند لڑکے اپنی دولت کا اچھا استعمال کریں۔ اور اپنی جوابدہی کا خیال رکھیں۔ تو انکی ذات سے کتنی بھلائی ہو سکتی ہے۔

اپنی قوم میں معزز ہونے کی کوشش کرنی ہر شخص پر فرض ہے۔ لیکن صرف بگھی گھوڑے اور مصاحبوں سے سچی عزت حاصل نہیں ہوتی نیک چلن غریب۔ بدچلن امیر سے ..... لاکھ درجہ زیادہ معزز ہے۔ زندگی

کی ملت غائی جسم - دل - دماغ اور روح کی ترقی ہے؟ اور دولت بھی وہی مفید اور ضروری ہے - جو ان صفات کی معاون ہو - دولت مند انسان اعلےٰ درجے کی سوسائیٹیوں میں بے شک داخل ہو سکتا ہے - لیکن یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہاں اسکی عزت بھی ہو - سینکڑوں ہزاروں مل ایسے پاؤ گے - جنکی عقلمندوں میں کچھ عزت نہیں ہوتی - اسکی وجہ یہی ہے - کہ وہ صرف ایک طرح کے خزانچی یا کیسہ زر تصور کئے جاتے ہیں - اپنی قوم میں معزز ہونا - لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرنی - یہ کچھ ضرور نہیں - کہ دولت ہی سے حاصل ہو - بلکہ یہ فخر نیک - بانی تجربہ کاری اور مفید خلائق ہونے سے حاصل ہوتا ہے -

چھٹا باب

اپنی تعلیم آپ

تا خود از خویشتن نیاموزی — ندہد سود پند لقمانت

خود اگر پند وجہ خیر بدے — جائے بو جہل کے بدیر بدے

دنیا میں دو طرح پر تعلیم ہوتی ہے - ایک تو دوسروں کے ذریعہ سے جسکو سب جانتے ہیں - اور دوسری جو بہت ہی اعلےٰ اور نہایت مفید ہے وہ تعلیم ہے - جو انسان اپنی آپ کرتا ہے - (گبن)

کیا کوئی ایسا بھی ہے - جو مصیبت اور تکلیف سے ہراساں اور ترساں رہتا ہے - اگر کوئی ہے تو وہ سمجھ رکھے - کہ اس سے کچھ بھی نہ ہوگا کیا کوئی ایسا بھی ہے - جو اپنی خوبیوں کے لئے کمربستہ ہے - اگر کوئی ہے - تو اس سے کہدو - کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا" (جان ہنٹر)

عقلمند اور کام کے آدمی مشکلوں پر کسی نہ کسی وقت ضرور فتحیاب ہو ہی جاتے ہیں لیکن سست اور کاہل ہمیشہ اپنے دل کے گڑھے ہوئے موانعات سے ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں۔ اور ایک ہلکی سی ٹھوکر سے بھی بلبلا اٹھتے ہیں کاہل اپنی کاہلی اور نامردی کی وجہ سے ایک آسان کام کو بھی غیر ممکن بنا دیتے ہیں۔" (رُد)

انگلستان کا ایک نامی شاعر اور قصہ نویس سر والٹر اسکاٹ[۱] لکھتا ہے کہ تعلیم کا وہ دوسرا حصہ یعنی آپ اپنی تعلیم کرنی بہت ہی تعریف اور قدر رکھنے کے قابل ہے۔ بنجمن لورڈی[۲] ہمیشہ اس بات کا فخر کیا کرتا تھا کہ میں نے اپنی تعلیم آپ کی۔ فی الحقیقت جتنے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے کسی علم و ہنر میں پوری لیاقت حاصل کی تھی، وہ سب کے سب اپنی تعلیم آپ کرنے والے اور خود اپنے کو آپ سکھلانے والے تھے۔ اسکول کی تعلیم ایک ابتدائی تعلیم ہے اور اس سے صرف اتنا نفع پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو محنت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ جو کچھ دوسرے معلموں کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ ہم اپنی کوشش و سعی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ جب محنت کے ذریعہ سے علم پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ تو اس وقت علم اپنی ملک ہو جاتا ہے۔ مگر اسکی صفائی اور قیام تب ہی حاصل ہوتا ہے۔ جب ہم خود اپنے ہاتھ پاؤں ہلائیں اور اپنے پاؤں چلیں۔ اس طرح پر حاصل کرنے سے علم نقش کالحجر ہو جاتا ہے۔ ایسی کوشش سے ہماری چھپی قوتیں ابھر آتی ہیں۔ اور اپنی ساری قوتوں پر ہمارا پورا قبضہ ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک حساب کے نکالنے یا اقلیدس کی ایک شکل کے ثابت کرنے سے ہم لوگوں کو دوسرے حساب کے نکالنے یا دوسری شکل کے ثابت کرنے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے

---

[۱] سر والٹر اسکاٹ دیکھو صفحہ ۴۴

[۲] بنجمن لورڈی۔ ملک فرانس کا ایک مشہور مصنف تھا۔ شہر پیرس میں ۱۷۴۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۱۲ء میں قتل کیا گیا۔

اور اسی قسم کی روزانہ مشق سے علم آننہ ملکہ ہوجاتا ہے۔ اگر ہم خود کوشش نہ کریں تو استاد یا کتاب ہمارے کس کام کے ہیں؟

اچھے اچھے استادوں نے اس امر یعنی اپنی تعلیم آپ کرنے پر خوب غور کیا ہے۔ اور اسی لیے ہمیشہ انکی کوشش یہی رہی کہ لڑکے اپنے بل چلیں لنگڑوں کی طرح انہیں عصا کی ضرورت نہ ہے۔ سہارا ڈھونڈھنے کی عادت چھوڑ جاوے۔ علم کے دریا میں بے سہارے تیرنا سیکھیں۔ اس قسم کے استاد پرانے بہت کم تھے۔ وہ لڑکوں کو صرف علم حاصل کرنے کا طریقہ بتلاتے تھے۔ انہیں کام کا آدمی بناتے تھے۔ یہ لڑکوں کو وہ چیز سکھلاتے تھے جس پر عمل کرنا کتابوں کے پڑھنے سے کہیں زیادہ مفید ہے۔

ڈاکٹر ارنالڈ[1] صاحب کی بھی یہی کیفیت تھی۔ یہ صرف لڑکوں کو اپنے بل چلنا سکھلاتے تھے۔ یہ لڑکوں کو بتلا دیتے تھے کہ انسان کس طرح اپنی کوششوں سے اپنی ان قدرتی قوتوں کو جو اس میں ودیعت رکھی گئی ہیں بڑھا کر کام لے سکتا ہے۔ لڑکوں کی رہنمائی کرتے تھے انہیں ڈالا نہ کرتے۔ بلکہ حوصلہ بڑھاتے اور بے شک اچھے استادوں کا صرف اتنا ہی کام ہونا چاہیئے۔ ان کا قول تھا۔ لوگ لڑکوں کو آکسفورڈ کالج میں بھیجکر آرام طلب بنا دیتے ہیں اس سے تو بہتر تھا کہ انہیں وان ڈیمن لینڈ کے جزیرہ میں بھیجتے جہاں انہیں اپنی کوششوں سے روزی پیدا کرنی پڑتی۔ یہ اپنے ایک محنتی جفاکش شاگرد کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ میں اس کے سامنے ٹوپی اتار کر کھڑا ہوں۔ جتنی مثالیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ بڑے بڑے ذہین بھی محنتی ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے محنت کرنی اپنے جسم کو نافع اور مرغوب سمجھا ہے جس طرح پیٹ بھرنے

[1] ڈاکٹر ارنالڈ۔ انگلستان کا مشہور عالم اور بہت ہی محنتی آدمی گزرا ہے ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۲ء میں مر گیا۔

پڑھنے سے دل کی تعلیم ہوتی ہے۔ اسی طرح محنت سے جسم کی تعلیم ہوتی ہے
ہر شخص کے بیکار اور معطل وقتوں کے لئے اس کے مناسب کوئی نہ کوئی
کام یا شغل دنیا میں ضرور موجود ہے اور ہر کام کرنے والوں کیلئے ضرور فرصت
کی موقت بھی ہے۔ محنت یعنی کسی نہ کسی کام میں مشغول رہنا انسان کی فطرت
ہے۔ اور عام انسان کو اسکی طرف ایک ایسا قطعی رجحان ہے جسکو کوئی روک
نہیں سکتا۔ قوم کے وہ لوگ بھی جنہیں بہت فرصت رہتی ہے بعض اوقات
کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ انکی مجبوری ایسی ہوتی ہے کہ اس
سے چارہ نہیں۔ بعض لومڑیوں کا شکار کرتے پھرتے ہیں بعض پہاڑیوں
پر چڑیوں کے شکار میں مشغول اور بعض کوہستان کی فضا دیکھنے میں مصروف
رہتے ہیں۔ بہے نشاط و کشتی پر سوار ہونے اور لسے کھیلنے دوڑنے
اور اچکنے پھاندنے۔ محنت یا ورزش کی تعلیم جو اسکولوں میں ہوتی ہے بہت
ہی ضروری چیز ہے۔ ڈیوک آف ولنگٹن[1] جس نے نپولین بوناپارٹ[2] سے جری
اور بہادر شہنشاہ کو جس نے سارے جہان میں ایک ہل چل ڈالدی تھی
شکست دی تھی۔ ایک مرتبہ کسی کالج میں لڑکوں کو کھیلتے دیکھکر کہنے لگا کہ
نپولین سے واٹرلو کی لڑائی میں نے یہیں جیتی تھی۔ کیا معنی کہ یہ ڈیوک جب لڑکا
تھا تو کالج میں اور لڑکوں کی طرح یہ بھی کھیلا کرتا تھا اسی کھیل کود پھاند
محنت اور ورزش نے انہیں ایسی چستی اور چالاکی ہمت اور جرات جفاکشی
اور استقلال زور اور قوت بخشی جسکا نتیجہ واٹرلو کی لڑائی نپولین کے مقابلہ
میں ظاہر ہوا۔ جرمی ٹیلر کہتے ہیں کہ خبردار خبردار کاہلی سے کوسوں بھاگو
اپنے خالی وقتوں کو مفید کاموں سے معمور رکھو کیونکہ جب تمہارے اعضا
بیکار پڑے رہینگے اور تمہارا جسم آرام طلب ہو جائیگا اور تمہاری طبیعت وج

[1] ڈیوک ولنگٹن دیکھو صفحہ [illegible]

[2] نپولین بوناپارٹ دیکھو صفحہ ۴۴

پاکیزہ فکروں اور نیک ارادوں سے معطل رہیگی اور تمہارا دماغ عمدہ خیالات سے
خالی رہیگا۔ تو ضرور ہوائے نفسانی اور حرص خبث طینتی اس خلا میں گھر کریگی
جسمانی ریاضت اور جسمانی کام سب کاموں سے زیادہ مفید ہے اور بیشک
شیطان کے وسوسوں اور اس کے فریب اور حیلوں سے بچنے کا عمدہ وسیلہ ہے
بیکار شخص تندرست بھی ہو۔ تو اسکا جسم بیشک سپاٹ اور ہلکا ہوگا۔ اس کے
اعضا کبھی ٹھوس اور پریاوزنی نہونگے۔ اس کے جسمانی اجزا کا باہمی اتصال
ایک ایسی گرہ کا سا ہوگا۔ جو ابھی تک خوب مضبوط باندھی نہیں گئی۔

عملی ترقی جسمانی صحت ہی پر بہت کچھ منحصر ہے۔ ہاڈسن نے اپنے ایک
دوست کو ہندوستان سے لکھا تھا۔ کہ اگر میں اپنی کوششوں میں کامیاب
ہو جاؤں۔ تو اس کا باعث یہی ہوگا۔ کہ میری قوت ہاضمہ بہت درست ہے
کسی کام کو دلی رغبت سے دیر تک کرتا رہنا صرف اسی ایک تندرستی اور
صحت پر منحصر ہے۔ اور اسی لئے تندرستی کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے
سکول کے اکثر طلباء جو بے دل۔ ناخوش سست نراہمی اور خیالی
منصوبہ باندھنے والے نظر آتے ہیں۔ اسکی صرف یہی وجہ ہے۔ کہ انکی صحت
اور تندرستی کی طرف پورا خیال نہیں رکھا گیا۔ اور نہ خود انہوں نے اپنا جسمانی
فرض پورا ادا کیا۔ ڈاکٹر چیننگ[۱] نے لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ کچھ
بیچارے لڑکے ناامیدی کے اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اس خاص
مہلک عارضے یعنی سبز باغ کی سیر اور خیالی منصوبہ باندھنے کی مجرب دوا
اور اس کے دفع ہونے کی موثر تدبیر اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ محنت
کریں۔ اور جسمانی ریاضت کی روزانہ مشق کبھی نہ چھوڑیں

۱؎ ڈاکٹر چیننگ۔ ملک امریکہ کا نامی موجد عیسائی تھا۔ جن کے وعظوں کا جہان میں
شہرہ ہے ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوا ۱۸۴۲ء میں مرگیا۔

انگلستان مالک سارے یورپ کا نامی فیلسوف سر[1] اسحاق نیوٹن
جس نے کئی ایسے مسئلے نکالے ہیں جن سے علوم کی کیفیت بدل گئی
اسکول میں کچھ ایسا ذہین لڑکا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہاں ہتھوڑے اور بسولے
کے کاموں میں، آرہ چلانے میں، لوہاروں کے کل کاموں میں بہت
مشاق تھا۔ لڑکپن میں اپنے کمرے میں بیٹھا چھوٹی چھوٹی گاڑیاں عمدہ اور
مفید کلیں بنایا کرتا اور جب جوان ہوا تو اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو
میزیں بنا کر دیتا۔ کل بڑی بڑی کلوں (جیسے ریل گاڑی وغیرہ) کے موجد
اسمی ٹن[2] واٹ[3]۔ اسٹیفن سن[4] آرہ کشی میں نہایت مشاق تھے۔ بیشک اگر یہ
چھٹپن ہی سے جسمانی محنت کے عادی نہ ہوتے تو جوانی میں اتنا کچھ نہ کر سکتے
الی ہیو برٹ[5] لکھتا ہے کہ اگر میں جسمانی محنت چھوڑ دوں تو مجھ سے اچھی طرح
پڑھا ہو بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ یہ ایک دفعہ جسمانی محنت کرنے سے جو اکتایا
تو لڑکوں کا پڑھانا اور اپنا پڑھنا سب کو تج کر چند روز تک صرف نجاری ہی
کرتا رہا۔ لازم ہے کہ لڑکوں کو ابتدا میں دستکاری ہی سکھلائی جائے اور انکو ایسے
ایسے کاموں میں لگایا جائے جس سے انکی جسمانی صحت روز افزوں ہو۔ پہلے انکو علم
جر ثقیل کی چھوٹی چھوٹی باتیں عملی طور پر بتلائی جائیں۔ پھر انکو اسمیں مشاق بنایا
جائے تاکہ جب بڑے ہو جائیں اور دنیا میں کچھ کرنا چاہیں تو انکو محنت کی عادت
پڑی رہے اور اسوقت کسی کام سے انکا جی اکتا نہ جائے۔ کیا برا دستور ہے

---

[1] سر اسحاق نیوٹن دیکھو صفحہ ۳۶
[2] اسمی ٹن انگلستان کا مشہور انجنیر تھا۔ اس نے کئی کلیں اور بہت سی عمارتیں بنائی
ہیں۔ ۱۷۲۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۲ء میں مرگیا۔
[3] واٹ دیکھو صفحہ ۴۴
[4] اسٹیفن سن دیکھو صفحہ ۴۴
[5] الی ہیوبرٹ ملک امریکہ کا عالم تھا۔ اسنے کئی زبانوں کو حاصل کیا۔ ۱۸۱۱ء میں مرگیا

کہ غربا اور مزدوری سے پیٹ بھرنے والے صرف محنت ہی کیا کرتے ہیں
اور روحانی ترقیوں کی طرف مطلق متوجہ نہیں ہوتے۔ امرا اور شرفا لکھے
جسمانی محنت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مرے کتابی کیڑے ہی
بن جاتے ہیں۔ اسلئے ان دونوں فرقوں میں دونوں صفتوں کا اکٹھا کر دینا
بہت ہی ضرور ہے۔ ہر ایک دونوں صفتوں سے مالا مال ہو ہر ایک کی ذہنی
کمی اور نقصان کو پورا اور کامل کرلے۔ ایک محقق کی تحقیق ہے کہ دنیا میں جتنے
بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں۔ وہ صرف اسی وجہ سے بڑے نہیں سمجھے گئے تھے
کہ روحانی صفتوں میں ہی وہ کامل اور عام آدمیوں سے ممتاز تھے بلکہ وہ
اس وجہ سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمی کہلائے کہ جس طرح وہ روحانی
صفتوں میں کامل اور سب سے ممتاز تھے اسی طرح جسمانی قوتوں میں بھی
پورے اور عوام سے بڑھکر تھے۔ قانون دان۔ وکیلوں۔ سلطنت کا انتظام
کرنے والوں کا عام لوگوں سے زیادہ قوی ہونا ایک بہت ہی ضروری ہے
کیونکہ انکو دن بدن بند جگہوں اور تنگ مکانوں میں رہنا پڑتا اور سخت محنت
کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ نامی قانون دان اور مدبران سلطنت
عام آدمیوں کے اعتبار سے قوی الجسم تھے۔ بروہم[1] لنڈہرسٹ[2]
کیمبل[3]۔ پیل[4]۔ پامرسٹن[5] یہ سب کے سب قوی الجسم تھے

---

[1] بروہم دیکھو صفحہ ۱۶

[2] لنڈہرسٹ۔ انگلستان کا جج۔ پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ ملک امریکہ میں ۱۷۷۲ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۶۳ء میں مرگیا

[3] کیمبل پارلیمنٹ کا مشہور ممبر اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ ملک سکاٹلینڈ میں ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۱ء میں مرگیا۔ [4] پیل دیکھو صفحہ ۱۸

[5] پامرسٹن۔ پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ اس نے کئی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ۱۷۸۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۵ء میں مرگیا

والٹر اسکاٹ کچھ ایسا ذہین نہ تھا۔ یہ اپنے اسکول کی جماعت میں گدھا
کہلاتا تھا لیکن محنت اور جسمانی ریاضت میں اُستاد تھا۔ چنانچہ جب اس نے
اپنی عجائب وغرائب تصانیف سے لوگوں کو حیرت میں ڈالنا شروع کیا
تو اس وقت بھی جسمانی محنت کی خواہش اسکے دل سے دور نہیں ہوئی اور
برابر شکار کھیلا کیا۔ پروفیسر ولسن[1] جیسا نامی شاعر اور فصیح البیان تھا
ویسا ہی قوی اور محنت اور ریاضت میں بے مثل اور یکتا بھی تھا

اسحاق بَرو[2] کشتی لڑنے اور اینڈرو فولر گیند بازی میں لاجواب تھے
آدم کلارک[3] پتھروں کے اُٹھانے اور پھینکنے میں مشہور تھا۔ اور شاید
یہی وجہ تھی کہ آئندہ اس نے پتھروں سے مشکل اور وزنی خیالات کو دنیا میں پھیلایا
روحانی صفات کی ترقی بھی نہایت ضروری ہے۔ محنت ایک ایسا قوی
اور زور آور جن ہے جو سب پر فتح یاب ہوتا ہے۔ علی الخصوص علم کی سلطنت
پر تو پورا پورا اسی کا دخل قبضہ ہے۔ ہیرٹن کہا کرتا کہ اللہ تعالے نے انسان
کو بہت ہی لانبے لانبے ہاتھ دیکر پیدا کیا ہے۔ یہ جس چیز پر چاہے اپنا قبضہ
کرسکتا ہے۔ دلیری اور محنت کی ضرورت ہر جگہ اور ہر کام میں ہے۔ اگر انسان
اپنی تعلیم کرنے پر خود متوجہ ہو اور وقت کو بیکار اور ضائع ہونے اور موقع کو ہاتھ سے
جانے نہ دے۔ تو وہ کیا ہے۔ جو یہ نہیں کرسکتا اور وہ کون سا علم و ہنر ہے۔ جو نہیں
سیکھ سکتا اور وہ کون سی فضیلت یا کون سا فائدہ ہے جو نہیں حاصل کرسکتا ہے

---

[1] ولسن۔ اسکاٹلینڈ کا مشہور مصنف اور شاعر نہایت قوی الجسم آدمی تھا اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۱۷۸۵ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۵۴ء میں مرگیا

[2] اسحاق بَرو۔ انگلستان کا پادری اور نامی مہندس تھا شہر لنڈن میں ۱۶۳۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۷۷ء میں مرگیا

[3] آدم کلارک ایل ایل ڈی۔ انگلستان کا مشہور پادری اور علوم مشرقی کا بڑا ماہر ایک بڑا محنتی شخص ہے اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۱۶۳۲ء میں پیدا ہوا

فرگیوسن[۵۱] بھیڑیں چراتے چراتے علم ہئیت آپ سے سیکھ گیا۔ اسٹون[۵۲] باغبان کے یہاں نوکر بھی تھا اور علم حساب بھی سیکھتا تھا۔ ڈرر[۵۳] نے علم حکمت سیکھا اور جوتا بنانا دونوں کام ایک ساتھ کیا۔ ملر[۵۴] نے جیالوجی زمین کھودتے کھودتے سیکھا۔

رینالڈ[۵۵] لکھتا ہے کہ اگر تمہارے پاس ذہن ہے۔ تو محنت سے اس کا درجا ہوگی تمہارا ذہن دونا بلکہ کہیں زیادہ ہوجاویگا اور اگر تم کند ذہن ہو تو محنت تمہاری کمی کو پورا کر دیگی۔ اچھی طرح محنت کرنے سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے اور اس کے بغیر کچھ بھی نہیں

روس[۵۶] لکھتا ہے۔ کہ میں ایسے بہت لوگوں سے ملا ہوں جو بڑے ذہین مشہور تھے لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ اصل میں وہ بڑے محنتی تھے۔ بے شک بے محنت کی ذہانت محض ہیچ اور پوچ ہے۔ انسان اسی کام میں اپنی اوقات عزیز اور محنت کو صرف کر سکتا ہے جسکی اس کے دل میں پوری عظمت اور وقعت ہو محض معمولی ارادوں اور جھوٹی خواہشوں سے کسی چیز پر پوری محنت نہیں ہو سکتی

۵۱ فرگیوسن۔ ملک اسکاٹلینڈ کا نامی فلاسفر اور ریاضی داں بہت ہی غریب آدمی تھا لیکن محنت اور کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی ۱۷۱۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۷۶ء میں مر گیا

۵۲ اسٹون۔ ملک اسکاٹلینڈ کے باغبان کا لڑکا تھا محض اپنی کوشش اور سعی سے کئی علم پر حاوی ہوا۔ سترہویں صدی کے اختتام پر پیدا ہوا۔ اور ۱۷۶۸ء میں مر گیا

۵۳۔ ڈرر دیکھو صفحہ ۴۸

۵۴ ملر دیکھو صفحہ ۲۰

۵۵ رینالڈ انگلستان کا نامی مصور جسکی تصویریں یادگار زمانہ ہیں ۱۷۲۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۲ء میں مر گیا

۵۶ ڈاکٹر روس۔ انگلستان کا مشہور ریاضی داں تھا اس نے ایک بہت بڑی دوربین بنائی ہے ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۶۷ء میں مر گیا۔

انسانی محنت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کوئی آسان کام ایسا نہیں ہے
جو ہمیں کسی زمانہ میں مشکل نہ رہا ہو۔ اسی چلنے پھرنے کو دیکھو کہ بچپن میں ہم کو
کیسا کچھ معلوم ہوتا تھا کتنی بار ہم نے ٹھوکریں کھائیں۔ اپنے کو گرتے دیکھا
اور اب ہم ہی ہیں کہ چلنے پھرنے کو کیسا آسان کام سمجھتے ہیں وہ فصیح البیان
جنکی طاقت لسانی دیکھکر لوگ دنگ ہوجاتے ہیں جو اپنے خیالات کے
زور سے لوگوں کے دلوں کو ہلا دیتے ہیں جنکی زبانوں میں دریا کی سی روانی
معلوم ہوتی ہے جنکے بولنے میں پھول جھڑتے ہیں جنکی باتیں دُر آبدار کی طرح
چمکتی نظر آتی ہیں جو اپنے بے مثال خیالات کو گوہر فشاں جملوں میں بے تکلف
کیسی آسانی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ کیا انہیں یہ کمال ایکبارگی حاصل ہوگیا
ہرگز نہیں۔ انہوں نے برسوں انہیں کوششیں کی ہیں اور سینکڑوں دفعہ
پشیمان ہوئے ہیں۔ بیسیوں مرتبہ غلطیاں کی ہیں۔ مدتوں الجھے رہے ہیں
تب انکو سلجھے ہیں۔

ہر کام کو پورا اور درست ہی کرکے چھوڑنا یہ دو چیزیں تعلیم کے لئے بہت
ضروری ہیں۔ فرانسس ہارنر [1] نے اپنی تربیت کے لئے جتنے اصول و قواعد
مقرر کئے تھے ان میں سے اس بات کو انہوں نے بہت مدنظر رکھا تھا
کہ کسی ایک چیز میں پوری طرح سے برابر محنت کرتا رہنا اور اس کا پورا مالک
بن جانا چاہئے۔ یہ بہت سی کتابیں نہیں پڑھتے۔ صرف چند ہی کتابوں کا
مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن نہ سرسری نظر سے بلکہ انہیں چند منتخب کتابوں میں ایسے ڈوب
جاتے اور انکی ہر ایک باریکیوں میں تیر جاتے۔ جیسے خوشی روح میں اور
محبت عاشقوں کے رگ رپے ہیں۔ کثرت معلومات اور بہت سی
کتابیں چاٹ جانے پر کبھی نہ جانا چاہئے۔ صرف اسی قدر پر توجہ کرنی چاہئے
جسکو پوری طرح سے عمل میں لاسکیں اسی واسطے عمل کرنے کے لئے تھوڑا

---

[1] فرانسس ہارنر دیکھو صفحہ ۷۱

مگر کامل اور صحیح علم ہمیشہ اس سے کہیں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ جو شخص بالائی اور سرسری ہو۔

لاویلا[1] کی رائے ہے۔ کہ جو شخص ایک وقت میں صرف ایک ہی کام کرتا ہے وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو ایک وقت میں کئی کاموں کا خون کر دے ایک ہی وقت میں چند کاموں کی طرف متوجہ ہونے سے انسان کی قوت بٹ جاتی ہے۔ اور وہ ان میں سے کسی کام میں بھی اپنی پوری قوت صرف نہیں کر سکتا غرض وہ ان سب میں ناکامیاب رہتا ہے اور اسکی آئندہ ساری ترقیاں رک جاتی ہیں۔ تلون ہے استقلالی اور گھبراہٹ اسکا خمیر بن جاتا ہے اور پھر ہر کام کو وہ ادھورا چھوڑنے لگتا ہے۔ لارڈ لیورڈ نے بکسٹن کو لکھا تھا کہ بھائی میری کامیابی کی اصل وجہ صرف یہی ہے۔ کہ میں نے ابتدا ہی میں قانون میں پوری لیاقت حاصل کرنے کا مصمم قصد کر لیا تھا جو کچھ میں پڑھتا اسے صرف پڑھ ہی نہیں لیتا۔ بلکہ اسے اپنا کر لیتا۔ جب تک میں ایک کام کو پورا نہ کر لیتا۔ تب تک دوسرے کام کے گرد بھی نہ پھٹکتا تھا۔ میرے ساتھی روزانہ اتنا پڑھتے تھے۔ جتنا میں ہفتہ بھر میں پڑھتا تھا لیکن بارہ مہینے کے بعد جتنا میں نے پڑھا تھا۔ وہ ویسا ہی تر و تازہ اور یاد تھا۔ اور وہ بیچارے ساتھی اپنے پڑھے ہوئے میں سے بہت کچھ بھول چلے تھے۔

انسان بہت سا پڑھ جانے سے کچھ عقلمند نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے وہ عقلمند ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہی ہے۔ کہ صرف اپنے خیالات کو مجتمع رکھے اور اپنے دل کی تعلیم کرے۔ برنتھی[2] لکھتا ہے کہ انسان کا دل آفتاب بھیگے ہوئے کپڑے

---

[1] لاویلا۔ ایک ہسپانیہ کا رہنے والا۔ ایک عیسائی فرقہ کا موجد۔ نامی واعظ تھا۔ ۱۴۹۱ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۵۵۶ء میں مر گیا۔

[2] برنتھی ایک نامی ڈاکٹر تھا۔ اس نے علم طب میں کئی نئے اصول ایجاد کئے اسکاٹلینڈ میں ۱۷۶۳ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۳۱ء میں مر گیا۔

کا سا ہے۔ جتنا پانی اس میں فاضل ہے۔ وہ اس سے ٹپک پڑتا ہے۔ اور جس قدر اس میں جذب ہو سکتا ہے۔ اس قدر باقی رہ جاتا ہے۔
عمدہ تحصیل وہ ہے۔ جسکی بنا کسی مقصد اور کسی غرض پر ہو۔ کسی خاص علم کو کامل توجہ کے ساتھ پڑھنے سے وہ علم اس قابل ہو جاتا ہے کہ ہم جب چاہیں عمل میں لاویں۔ اسی لئے کتابوں کے اس صرف چھاونی دینے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا علم اور عقلمندی کو ایسا ہونا چاہئے۔ کہ وہ ہمہ دم ہمارے ساتھ رہیں۔ اگر ہمارے گھر میں لاکھوں روپیہ جمع ہوں۔ مگر سفر میں ہماری جیب میں ایک چھنچھی بھی نہو۔ تو وہ سب روپیا اسوقت کس کام کے ہیں اسلئے ضرور اور لازم ہے۔ کہ عقلمندی اور علم اور ہنر کا سکہ ہر وقت ہمارے دل کی جیب میں موجود رہے۔ کہ جہاں ضرورت پڑے ہم بے تکلف اسے صرف میں لاسکیں اور اس سکہ سے نفع اٹھا سکیں۔
اپنی آپ تعلیم کرنے کے لئے ستعدی اور قوت فیصلہ کی بہت ضرورت ہے میری دانست میں ان صفتوں کی ترقی کے لئے بچوں کو اپنے اوپر اعتماد کرنے کی تعلیم اور بچپن ہی میں حتی الامکان انہیں پوری آزادی دیدینی بہت ہی لازمی اور ضروری امر ہے۔ جن بچوں کے والدین ان کے ہر کاموں میں دخل اور سہارا دیا کرتے ہیں۔ ان کے ہر کاموں میں ہدایت کیا کرتے ہیں۔ انہیں ہر وقت بتایا سکھلایا کرتے ہیں۔ وہ بچے کبھی اپنی مدد نہیں کر سکتے اور اس عمدہ اور ضروری صفت میں کبھی ترقی نہیں پا سکتے۔ ان کے والدین ایا بچوں کے عصا ہیں جنکے سہارے یہ اپاہج لڑکے چل رہے ہیں۔ افسوس اگر ہمیں مکتب اینست و ایں ملا۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ یہ کم بخت کوتہ اندیش والدین اتنا نہیں سمجھتے کہ آخر دنیا میں انہیں ضرور ایکدن اپنے بل چلنا ہی پڑیگا۔ پھر اگر انہیں ابھی سے اسکی عادت نہ رہی اور سہارا دہونے کی خوگر رہی۔ تو اسوقت ان نخفے سے بچوں پہ جس وقت یہ لوٹ ہے

والدین قبر میں سوتے ہونگے۔ کیسی مصیبت کا آسمان ٹوٹ پڑیگا۔ ایسی آسان سی بات ان کم عقلوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ اپنے اوپر بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا انسان کی ترقی میں کس قدر حارج ہے

ساتواں باب

نمونہ اور مثال

از نیک و بدت جوست بخشے مارا | وز سوز غمت ملال و عیشے ما را
زنہار تو بد مکن کہ ہم بد گردیم | پستی منگر کہ پست بیحد گردیم
ہر اوج نیکوئی شود دلیل عزت | وز بہر عروج ما مثال ہمت

عمل بہت بڑا معلم ہے۔ اگرچہ خود نطق سے محروم ہے۔ لفظوں سے عمل کا درجہ کہیں زیادہ ہے نصیحت سے صرف رہنمائی ہوتی ہے مگر اصل یہ ہے کہ انسان نصیحت کے عملی برتاؤ ہی کو دیکھکر فائدہ پاتا ہے نصیحت کے عمدہ ہونے میں کچھ کلام نہیں لیکن جب تک یہ عمل کی کسوٹی کسی نہ جائے بالکل بے اثر ہے۔ یہ مشہور مقولہ کہ "انظر الیٰ ما قال و لا تنظر الیٰ من قال" (باتوں پہ خیال رکھو کہنے والوں پہ نہ جاؤ) صرف کہاوت ہی کہاوت ہے۔ اس جہان میں ٹھیک اس کے برخلاف عملدرآمد ہے گویا سب زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ جو تم کروگے وہی ہم کرینگے۔ صرف بات بنانے کو ہم جھوٹی کہانی سے زیادہ بے وقعت سمجھیں گے ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں۔ اس قدر کان سے نہیں سیکھتے۔ جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس کا اثر اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے

جیسا وہ صرف کانوں سے سن لیتے یا کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں خصوصاً بچپن
میں تو جو کچھ انسان سیکھتا ہے۔ زیادہ تر آنکھوں ہی سے سیکھتا ہے بچے جو کچھ
دیکھتے ہیں۔ بے سمجھے بوجھے اسکی نقل کرنے لگتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ اپنے
ساتھیوں کے سے ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی مثال ٹھیک ان کیڑوں کی ہے
جو جس رنگ کے درختوں پر رہتے ہیں۔ اسی روپ کے ہو جاتے ہیں اسی لئے
بچپن میں تعلیم کا عمدہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسکول میں کیسی ہی عمدہ
تعلیم کیوں نہ ہوتی ہو۔ لیکن انسان جو کچھ گھر میں سیکھتا ہے۔ اس کا اثر اس سے
کہیں قوی ہوتا ہے اور اکثر ایسی بیرونی تعلیموں پر غالب آجاتا ہے۔ اگر
غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ قوم کی قوم اپنے گہواروں ہی میں
سنورتی یا بگڑتی ہے۔

چھوٹے چھوٹے کاموں کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات صرف
اشاروں کا نقش کالحجر ہو جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے نتائج کا باعث ہوتا ہے
ویسٹ لکھتا ہے "میں نے لڑکپن میں ایک بار خوب محنت کرکے ایک
تصویر کھینچی۔ یہ تصویر میری نظروں میں بہت پیاری اور بھلی معلوم
ہوتی تھی میں دوڑا ہوا اُسے اپنی ماں کے پاس لے گیا۔ میری ماں اُسے
دیکھکر مسکرانے لگیں۔ اور خوش ہوکر میرا بوسہ لے لیا۔ اس بوسے کا یہ اثر ہوا
کہ میں آخر ش بڑا مصور ہو گیا۔ فی الحقیقت اگر مائیں بڑی لکھی ہوشیار ہوں
اور موقع محل پر اسی طور سے بچوں کا حوصلہ بڑھایا کریں اور بے موقع لاڈ پیار
سے لڑکوں کو خراب نہ کریں۔ تو ملک کی بڑی ترقی ہو۔ بچپن کی ایسی ہی چھوٹی
چھوٹی باتیں جوانی میں بہت بڑے بڑے نتیجے پیدا کرتی ہیں۔ اور جوانی
میں خوش یا مغموم رہنا ایسے ہی ادنےٰ سی باتوں پر بہت کچھ منحصر رہتا ہے

ویسٹ ملک امریکہ کا مشہور مصور تھا۔ لنڈن آکر اس نے بہت شہرت حاصل کی اور جارج
بادشاہ انگلستان کے الطاف خاص کا مورد ہوا۔ ۱۷۳۸ء میں پیدا ہوا ۱۸۲۰ء میں مر گیا

ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ ہم اسکی رنگسازی کی ترکیب سے واقف نہوں اسلئے بہت
ضرور ہے۔ کہ ہمیشہ لوگوں کو عمدہ نمونہ دکھلاؤ ہمیشہ ایسے خیالوں کو دل میں جگہ دو
جو فائدہ مند ہوں ہمیشہ ایسے لفظ بولو جو کارآمد ہوں۔ ہمیشہ ایسے کام کرو
جس کو دیکھکر لوگ نصیحت پکڑیں

انسان کتنا ہی غریب اور لوگوں کی نظروں میں کتنا ہی ذلیل کیوں نہ ہو
لیکن اسطرح کی تعلیم سے ہمیشہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ روشنی ٹیلہ پر ہو
یا زمین پر۔ اسکی شعاع ضرور پھیلتی ہے سہ گرمی مہر بہ ویرانہ و آبادی یکیست
انسان خواہ ستارہ ہند ہو کر سارے جہان میں مشہور ہو۔ خواہ ایک جھونپڑے میں
پڑا رہے اور ہل جوتا کرے اسکی نیک چلنی کا اثر بنی نوع انسان پر ضرور ہوتا ہی ہے سہ
شاخ گل ہر جا کہ می روید گل است ❊ خم مل ہر جا کہ می جوشد مل است
زندگی عمدہ طور سے نیک کاموں میں بسر کرنا اپنے وارثوں بلکہ سارے جہان کے
ایک بیش بہا میراث چھوڑ جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی زندگی نیک چلنی پر ایک نہایت
بلیغ لکچر اور بد چلنی کی ایک سخت ہجو اور مذمت ہے۔ وہ کیسے خوش نصیب
لڑکے ہیں۔ جو انگلستان کے نامی شاعر پوپ کی طرح کہہ سکیں "میرے والدین نے
کوئی ایسا کام نہیں کیا جسکو یاد کرکے مجھے شرم آئے اور الحمد للہ کہ میں نے بھی کوئی بیٹا نہیں کیا جسکو بنا(؟)"

مس[1] ہالم صاحبہ اپنی کامیابی کی وجہ اس طرح بیان کرتی ہیں "جب
میں نے کسی نیک کام کو کرنا چاہا۔ تو فوراً اس میں مشغول ہو گئی
باتیں ہی نہ بناتی رہی" واقعی اگر مس صاحبہ اُن کاموں کے بارے
میں صرف تقریریں ہی کرتی پھرتیں۔ تو وہ کام صرف زبانی ہی رہ جاتے(؟)

---

[1] مس ہالم صاحبہ انگلستان کی مشہور انسان دوست عورت تھی۔ اس نے ہزار ہا
عورتوں کو کام کا آدمی بنایا۔ کتنے ایک نیک کام کئے۔ جزیرہ اسٹریلیا میں رفاہ عام
کا کارخانہ جاری کیا۔ ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئی تھی۔

انہوں نے زبانی جمع خرچ کے بجائے ان کاموں کو کرنا بھی شروع کر دیا اسلئے انکے معاون بھی کھڑے ہوگئے ... وہ کام بخوبی انجام کو پہنچ گیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات بہت صحیح معلوم ہوگی کہ خوش تقریر اور عالی دماغ آدمی اس قدر مفید خلایق نہیں ہے۔ جتنا کہ عمدہ کام کرنے والا۔

اگر ڈومس رایٹ صرف یہ کہتا ہی پھرتا کہ سرکاری مجرم سزا پانے کے بعد بھی کام کے آدمی نہیں ہوتے اور سرکار انکی تہذیب اور اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کرتی۔ تو کیا نتیجہ پیدا ہوتا۔ تو یہ ایک ادنےٰ دوکاندار تھا اسکی بات کی پروا کس کو تھی؟ مگر اس نے بجائے گلا اور شکوہ کرنے کے خود کمر ہمت باندھی اور جو قیدی رہا ہوئے۔ اسکو کام کا آدمی بنانے کی فکر میں لگا اور سینکڑوں کو راہ راست پر لایا اسکی کوششوں سے سینکڑوں مجرم ایسے نیک کردار اور لایق ہوگئے کہ پھر قید خانہ جانے کی انہیں نوبت نہ آئی

اگر جان پونڈ یہ کہتا ہی دنیا پھرتا کہ غریبوں کے لئے اسکول جاری کرنا چاہیے تو ادنےٰ موچی کی حیثیت پر کون چلتا ہے کیا وہ اسکول کبھی جاری ہوتا لیکن جب اس نے وہ اسکول خود جاری کر دیا۔ تو اس سے کتنے غریب لڑکوں کو فائدہ پہنچا ڈاکٹر گتھری اس اسکول اور اسکے بانی کے بارہ میں لکھتا ہے:۔

جان پونڈ پورٹس ماؤتھ کے موچی کو غربا کی حالت پر رحم آیا۔ کوئی امیر یا امیر زادہ تو اس طرف متوجہ نہ ہوا لیکن اس موچی بیچارے نے اپنی کوشش سعی سے غربا کے لئے ایک اسکول جاری کر دیا۔ یہ نیک آدمی ہمیشہ لڑکوں کے فراہم کرنے کی فکر میں رہتا اور انہیں بھنے آلو کا لالچ دیکر بلا لاتا اور پڑھوا تا یہ نیک یہ شخص فخر انگلستان تھا۔ جتنی عمارتیں ناموروں کی یادگار کے لئے دنیا میں بنائی جاتی ہیں۔ ان سب سے بلند عمارت اس موچی کے لئے بنانا لازم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس دن عزت حق داروں کو ملیگی اور ہر مستحق اپنی داد پائیگا اسدن ...

سنہ ڈومس دیکھو صفحہ ۸۴

مشہور آدمیوں کی غزل میں سے جنکی تعریف میں شاعروں اور مورخوں نے بے شمار قصیدے لکھے ہیں اور تواریخ کے صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں اس غریب بیچارے کو صف چیرتے ہوئے اس بیائے حاکم کے پاس پہنچا لگ جو فرماتا ہے کہ جس نے میری آبادت ادنے مخلوق پر بھی احسان کیا۔ تو گویا اس نے مجھ پر احسان کیا۔ اور وہ اس وقت وہ منصف شہنشاہ خاص اپنے پاک ہاتھوں سے عزت اور فخر کا تاج اسکے سر پر رکھیگا۔

نصیحت جس قدر نیک مادہ تیار کرتی ہے۔ بُری صحبت اسکو فوراً برباد کر دیتی ہے۔ صحبت کا بڑا اثر ہے۔ لڑکپن میں لڑکوں کو برے آدمیوں کی صحبت سے بچانا بہت ہی ضرور ہے۔ ایک صاحب کا قول ہے کہ تنہائی بری صحبت سے کہیں افضل ہے۔ بہتر تو یہ ہے۔ کہ آدمی ایسوں کی صحبت اختیار کرے۔ جو اس سے اچھے ہوں۔ اور اگر یہ نہ ہو تو اسکے برابر تو ضرور ہوں ے ہم نشین تو از تو بہ باید بتا تا ترا عقل و دین بیفزاید۔ اگر کسی کا چال چلن دریافت کیا چاہو۔ تو اسکی صحبت کے چال چلن کے پر قیاس کر لو۔ جو جیسا ہوتا ہے اس کے جلیس بھی ویسے ہی ہوتے ہیں۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز۔ سلی ایک بڑا نامی مصور تھا۔ یہ لکھتا ہے میں حتی المقدور بری تصویروں پر نظر نہیں ڈالتا۔ کیونکہ بری تصویر کے دیکھنے سے میرا قلم بے ساختہ ویسی ہی تصویریں کھینچنی سیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح انسان بروں کی صحبت میں برائی اخذ کر لیتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔"

اچھے آدمی اپنا اثر فوراً پہنچاتے ہیں۔ سیر کرنے والے جب پھولوں کے چمن میں ہو کر گزرتے ہیں۔ تو ان کے کپڑوں کے ساتھ پھولوں کی بو بسی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان جب نیکوں کی صحبت میں آتا ہے۔ تو کچھ نہ کچھ

ف سلی ایک نامی مصور تھا۔ جس نے جیمس بادشاہ کے لئے بہت سی تصویریں بنائی تھیں۔ ۱۶۱۸ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۶۰ء میں مر گیا۔

انکا اثر لیتا ہی آتا ہے۔ بہتیرے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کی صحبت میں رہی پہونچتا ہی بعینہٖ دوسری دنیا میں پہونچ جاتا ہے۔ اس کے خیالات عالی اور حوصلہ بلند ہو جاتے ہیں۔ دلیروں کو دیکھ کر بزدلوں میں بہادری آجاتی ہے۔ جوانمردوں کی حکائتیں سنکر خون میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ دل میں عجیب طرح کی امنگیں ہوتی ہیں۔ زسکا[1] بوہیمیہ والوں کو جوش دلانے کے لئے یہ وصیت کر گیا کہ میرے چمڑے کا طبل بنا کر جنگ میں بجایا جائے۔ اس کو یقین تھا کہ اس طبل کی آواز ہی مردہ دلوں کو زندہ بنا دیگی۔ سکندر بیگ[2] پارس کا بادشاہ جب مر گیا۔ تو اسکی فوج نے اسکی ہڈیوں کا تعویذ اس غرض سے بنایا کہ انکی ہمتوں میں ترقی اور دلوں میں جوش پیدا ہو۔

سوانح عمری پڑھنے کا بہت بڑا فائدہ یہی ہے کہ آدمی کو عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ متقدمین جس طرح اپنے کاموں کی بدولت زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے تذکروں کے باعث بھی زندہ ہیں۔ سوانح عمری پڑھنے سے گویا ہم ان سے ملاقاتیں کرتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں۔ اور وہ ہمیں نصیحت اور ہدایت کی باتیں سناتے ہیں اور ہم سے کہتے ہیں۔ کہ تم بھی ہم سے ہو جاؤ۔ اور ہماری راہ پر چلو۔ سوانح عمری ذریعہ سے اگلے زمانہ کے بڑے بڑے آدمی گویا پھر ہم لوگوں میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ گویا ہمارے جسموں میں حلول کرتے ہیں۔ اور پھر اس دنیا میں آکر عجیب غریب کام کرتے ہیں۔ ایسی کتابیں جن میں بڑوں کے سچے حالات لکھے ہوں۔ ایک بہت بڑا ہدایت نامہ ہے۔ ایسی کتابوں کے پڑھنے سے انسان عالی خیال اور بلند حوصلہ ہو جاتا ہے۔ نیک کام کرنے میں اسکی ہمت بڑھ جاتی ہے

[1] زسکا۔ ملک بوہیمیہ کا نامی شریف آدمی تھا۔ یہ بہت سی لڑائیاں لڑا۔ بڑا ہی دلیر تھا۔ سنہ ۱۳۶۰ء میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۴۲۴ء میں مر گیا

[2] سکندر بیگ۔ البانیا کا شاہزادہ تھا۔ یہ بڑا دلیر شخص گزرا ہے۔ اس نے سلطان روم سے لڑکر البانیا کو آزاد کرایا۔ سنہ ۱۴۰۴ء میں پیدا ہوا۔ سنہ ۱۴۶۷ء میں مر گیا

یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ارنالڈ اور جیکسن کی سوانح عمری پڑھے اور اسکو یہ نہ
معلوم ہو کہ ہمارے دل و دماغ تازہ ہو گئے۔ بکسٹن اور ارنالڈ کے عمدہ اور اچھے
ارادے ہمارے دلوں میں مستحکم ہو گئے۔ ایسی کتابیں انسان کو اس قابل بنا دیتی ہیں
کہ وہ اپنے اوپر بہت زیادہ بھروسا کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو صاف
دیکھ لیتا ہے کہ انسان سے کیا کیا ممکن ہے۔ اس قسم کی کتابیں امیدوں کی
معاون اور دلوں میں جوش پیدا کرنے والی ہیں۔ سوانح عمری پڑھتے پڑھتے
کہیں نہ کہیں ایک ایسا نمونہ مل ہی جاتا ہے۔ جو اس کے حسب حال ہوتا ہے
اور اس سے اسکو بہت بڑا نفع پہونچتا ہے۔ اس کے دل میں بے اختیار
یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں اس جیسا ہو جاتا۔ چنانچہ اسی طرح بہت سے
ہو بھی گئے۔ سر سیموال رومیلی پہلے کچھ نامی مصنف نہ تھا۔ لیکن جب اس نے
چینسلر ڈی گوسو[۱] فرانسیسی کے حالات پڑھے۔ تو وہ کوئی اور ہی آدمی ہو گیا
چنانچہ وہ خود لکھتا ہے "میرا دل قوی ہو گیا ہمت جوش مارنے لگی عزت اور
ترقی کی نئی راہیں نظر آنے لگیں۔ اور میری خواہشیں بہت مضبوط ہو گئیں"
فرینکلن[۲] امریکہ کا نامی حکیم اور علم برق کا موجد جو بہت ہی غریب آدمی
تھا اور پھر محض اپنی کوشش وسعی سے اس درجہ پہونچا۔ کہ شہنشاہ فرانس نے
اسکی دعوت کی اور اس کے مرنے پر سارا امریکہ اس کے غم میں دو مہینے تک سیاہ پوش
رہا۔ یہ لکھتا ہے۔ کہ موتہ صاحب کی کتاب جسمیں انکی سوانح عمری تھی پڑھکر مجھے ترقی
کرنیکا حوصلہ پیدا ہوا۔ سیموال ڈرو لکھتا ہے۔ کہ میں نے فرینکلن صاحب کے حالات کو

---

[۱] چینسلر ڈی گوسو ایک جوہری کا لڑکا تھا علم قانون میں اس نے بڑی لیاقت پیدا کی بیرسٹر
بھی ہوا پارلیمنٹ کا ممبر بھی مقرر ہوا۔ اس نے اپنی بی بی کے مرنے کے افسوس میں خودکشی کی

[۲] فرینکلن ملک امریکہ کا نامی حکیم ایک بہت ہی غریب آدمی تھا۔ اس نے محنت اور
کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی۔ عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز ہوا۔ شہر بوسٹن میں ۱۷۰۶ء
میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۹۰ء میں مر گیا۔

پڑھکر چاہا۔ کہ اپنے کو اس کا سا بناؤں۔

کبھی ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ لوگوں نے کسی کی سوانح عمری کو تفریحاً پڑھنا شروع کیا۔ اور اس کا ایسا قوی اثر ہوا۔ کہ وہ دفعتاً بدل گئے۔ پلوٹارک[1] کی زندگی کے حالات کو پڑھکر الفری[2] ایک نامی منشی ہوگیا۔ یعنی اس کے دل میں یکایک انشا پردازی کی ایسی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بہت جلد اس فن میں یکتائے روزگار ہوگیا۔ مارٹن لوتھر[3] جس نے تو یا سارے یورپ [کو پوپ کے] ظلم وتعدی سے نجات دی۔ حضرت جان ہس[4] کی سوانح عمری پڑھکر اپنے اس بڑے کام پر مستعد ہوا تھا۔

ہر حالت میں بشاش رہنا ایک نہایت عمدہ خصلت ہے۔ اس خصلت کے آدمی کی صحبت سے انسان ایسا جلد متاثر ہوتا ہے۔ جیسے کسی متعدی مرض سے بشاش آدمی کے چہرے بشرے سے ایسی چمک دمک ظاہر ہوتی ہے کہ جس آدمی تک وہ پہونچتی ہے۔ اسکی امیدیں مضبوط اور تکلیفیں اور مصیبتیں دور ہوجاتی ہیں۔ اسکا کام اور محنت کرنے کی جرأت ہوجاتی ہے۔ کوئی کام ہو تب ہی پورا ہوگا۔ جب دل سے کیا جائیگا اور کرنے والا اس کام کو خوشی اور بشاشت کے ساتھ کریگا۔ ہیوم[5] اکثر کہا کرتا۔ کہ میں مغموم بادشاہ پر بشاش

---

[1] پلوٹارک۔ ملک یونان کا نامی آدمی۔ سوانح عمری لکھنے والا۔ حکیم اور سیاح تھا۔ سن عیسوی کے ۴۸ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ اور بہت بوڑھا ہوکر مرا۔

[2] الفری۔ ملک اطالیہ کا شاعر تھا۔ اسکی تحریریں بہت ہیں۔ ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۰۳ء میں مرگیا۔

[3] مارٹن لوتھر ملک جرمنی کا رہنے والا عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ مذہب کا پھیلانیوالا۔ یورپ پوپ کے ظلم سے نجات دینے والا اور انجیل کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنیوالا تھا۔ ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۴۶ء میں مرگیا۔

[4] جان ہس ملک بوہیمیا کا رہنے والا اور عیسائیوں میں ایک نئے فرقے کا موجد تھا۔ اسکے مذہبی عقاید پوپ کے مخالف تھے۔ اس لئے یہ قتل کیا گیا۔ ۱۳۷۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۴۱۵ء میں مرگیا۔

[5] ہیوم دیکھو صفحہ ۵۱

مزدور کو ترجیح دیتا ہوں۔ انگلستان کے غلاموں کے دوست اور خیر خواہ گرینول شارپ[1] صاحب دن بھر تو نہایت سخت کام کیا کرتے۔ اور شام کو اپنے چند احباب کے ساتھ گاتے اور ڈھولک بجایا کرتے تھے

ڈاکٹر آرنالڈ بھی ایک بڑا خوش مزاج اور محنتی شخص گزرا ہے اس نے اپنی توجہ نوجوانوں کی تعلیم میں ہمہ تن مصروف کر دیا تھا اس کے کل طلبہ ہشاش بشاش رہتے اور ایک ایک کام ہر ایک کے سپرد تھا اور ہر ایک کو اس سے از حد محبت تھی یہ ادنے سے ادنے کام کو بھی خوب جی لگا کر کرتا۔ یہ اس بات پر پورا یقین رکھتا تھا کہ انسان کام ہی کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے اور اسی لئے انسان کو طرح طرح کی جسمانی اور روحانی قوتیں عطا ہوئی ہیں۔ کام ہی سے اسکی فطرت کی ترقی ہوگی اور کام ہی کے ذریعہ سے وہ الوہیت کے درجہ سے نزدیک ہوتا جائیگا۔ اور مقرب خدا کہلائیگا۔ اس کے شاگردوں میں سے ہوڈسن نے بڑا نام کیا ہوڈسن نے ہندوستان سے اپنے ایک دوست کو یہ خط لکھا تھا۔ ”ہندوستان میں رہکر بھی میں اپنے رگ و پے میں اُستاد کی تعلیم کا اثر پاتا ہوں اور الحمد للہ کہ میرے کل ماتحت بھی اس اثر سے فیض یاب ہو رہے ہیں“

محنتی اپنے ہمسایوں پر کتنا اثر پہونچا سکتا ہے اسکو سرجان سن کلیر کی سوانح عمری بہت عمدہ طور سے ثابت کرتی ہے اسکا سا محنتی شخص سارے یورپ میں نہیں ہوا۔ یہ اسکاٹلینڈ کے شمالی حصہ میں پیدا ہوا تھا یہ ملک ایسا غیر آباد تھا کہ شاید ہی کوئی دوسرا حصہ اسکاٹلینڈ کا ویسا ہو۔ جب یہ سولہ برس کا تھا تب اس کے والد نے قضا کی۔ یہ بہت بڑے زمیندار تھے انکی مرنے پر کل انتظام سرجان کے سپرد ہوا قصہ مختصر ۱۸ برس کے سن میں اپنے وطن کی تہذیب اور اصلاح پر کمر بستہ ہوا وہاں کی کاشت نہایت ہی بری حالت میں تھی کسی کھیت کی گرد آل بھی جہاں پانی تھا

[1] شارپ دیکھو صفحہ ۲۵

[2] کھیتوں کے گرد تھوڑی بلند مٹی ڈالکر اسکی حد بندی کیجاتی ہے

وہاں سے اسکو نکال پھینکنے کی ترکیب کسی کو معلوم نہ تھی کسان ایسے غریب تھے
کہ ہل جوتنے کے لئے گھوڑا تک ان کے پاس نہ تھا عموماً سب کھیت بیچاری عورتیں
درست کیا کرتی تھیں جب کسی کسان کا گھوڑا مر جاتا۔ تو وہ شادی کر لیتا اور کبھی
نقصان نہ اٹھاتا کیونکہ گھوڑے اور عورت دونوں سے کھیت کی درستی کا کام برابر
ہی نکلتا تھا۔ سارے شہر میں تو کہیں پل تھا اور نہ کہیں سڑک شہر میں داخل ہونے کے
لئے صرف ایک راہ پہاڑ پر ہو کر تھی۔ اور وہ بھی ایسی دشوار گزار کہ جہاں جہاں پر پھسل کر
چلنا پڑتا تھا مسرجان نے بن جلیٹ نام ایک ٹیلے پر ہو کر راستہ بنانا چاہا اس بستی کے
رہنے والے اس کے اس قصد پر خوب ہنسے اور کہنے لگے کہ اس نے تو ایسے کام کا
ارادہ کیا ہے جس کا ہونا سلاطین وقت سے بھی غیر ممکن ہے۔ لیکن اس نے
بارہ ہزار مزدوروں کو اس کام میں لگا دیا۔ اور خود بھی ان کے کام میں شریک
ہوگیا۔ سب مزدوروں کی نگرانی کرتا۔ ان کا دل بڑھاتا۔ بالآخر ایک ہی دن میں میل
تک سڑک تیار ہوگئی دیکھنے والے عالم تحیر میں تھے۔ جادو کا کارخانہ
معلوم ہوتا تھا۔ یہ کام بہت عمدہ ہوا۔ اور اسکا سارے شہر کے آدمیوں پر ہوا
کہ ہر ایک سڑکوں۔ پلوں۔ پن چکیوں کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ اور غیر آباد
زمینوں کو آباد کرنے لگا۔

اس نے کھیتوں کے درست کرنے کا بہت ہی عمدہ طریقہ جاری کیا اور
عام پر بہت رعایت کی تاکہ انکی ہمت بڑھے۔ غرض تھوڑے ہی عرصہ میں
کے تھنس جو ایک نہایت گمنام شہر تھا اس کی کوششوں سے فلاحت اور
ہر قسم کی صنعتوں میں دوسرے شہروں کے لئے نمونہ ہوگیا۔ کے تھنس میں
ڈاک پہلے ہفتہ میں ایک بار آیا کرتی تھی اس نے کہا کہ جب تک یہاں کی ڈاک روزانہ نہ آئیگی
تب تک مجھے چین نہ آئیگا۔ لوگ اس قصد پر سب قہقہے مارتے تھے اور گویا یہ مثل
ہوگئی تھی کہ جب لوگ کسی کام کو غیر ممکن سمجھتے تو یہی طعنہ سے کہتے۔ کہ ایسے
ہی ہے جب تک یہ کام اس دن ہوگا جس دن مسرجان کی ڈاک روزانہ جاری ہوجائیگی

لیکن خدا کے فضل سے اسکے کل ارادے پورے ہوئے اور روزانہ کی
ڈاک جاری ہو گئی۔

اس زمانہ میں انگلستان کی اون کی تجارت بہت خراب تھی۔ اس نے اپنی توجہ
اسکی طرف مائل کی۔ اور ایک سوسائٹی قایم کی اور اسکے ذریعہ سے بھیڑیں
غیر ملکوں سے منگوائیں۔ آخر چند ہی برس میں اس کا نتیجہ ہوا کہ غیر ملکوں کی [illegible]
لاکھ بھیڑیں سارے اسکاٹلینڈ میں پھیل گئیں۔ اس سے چراگاہوں کی آمدنی
بھی بڑھ گئی۔ اور اسکاٹلینڈ کی زمینداری کا رنگ بھی بدل گیا۔

سرجان تیس برس تک پارلیمنٹ کا ممبر رہا۔ اور رفاہ عام کے بہت
سے کام کئے اور برابر ایسے ہی کاموں کا مددگار رہا۔ ایک مسٹر پٹ صاحب
وزیر اعظم انگلستان نے خود ان سے کہا کہ اگر کسی امر میں آپ مجھ سے مدد چاہتے
ہوں۔ تو میں بخوشی مدد کرنے کو مستعد ہوں۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اسکو اپنی
ذاتی ترقی کا عمدہ موقع سمجھتا لیکن انہوں نے یہی جواب دیا کہ مجھے اپنے
لئے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر فلاحت کا ایک قومی سررشتہ قایم کیا جائے
تو مجھ پر بڑا احسان ہوگا۔ پٹ صاحب جو اس وقت وہاں کچھ وعدہ کرنا
نہیں چاہتے تھے کہا کہ ایسا سررشتہ اس دنیا میں تو نہیں ہو سکتا۔ ہاں چاند میں البتہ ہو سکتا ہے
لیکن سرجان اپنے ارادے پر برابر قایم رہا اور پارلیمنٹ کے بہت سے ممبروں کو
اپنی طرف کر لیا۔ اور واقعی وہ سررشتہ قایم ہی کر چھوڑا اور خود اس سررشتہ کا
افسر اعلیٰ مقرر ہوا۔ اس سررشتہ کا کیا اثر ہوا اس کے بیان کی ضرورت نہیں
سارے قلمرو برطانیہ کی کیفیت ہی بدل گئی۔ لاکھوں بیگھہ زمین جو [illegible]
اور غیر آباد تھی آباد ہو گئی۔ اس نے ان کارخانوں کی بھی جو مچھلیوں سے
تعلق رکھتے تھے بڑی مدد کی۔ چنانچہ تھرسو اور وک شہر میں [illegible]

یورو پیا کے عالموں نے [illegible] جانبداری [illegible] مالک سرسبز [illegible]
دنیا ہے بعض کی رائے ہے کہ وہ اسی طرح آباد بھی ہے

جاری ہوا تھا۔ وہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ کوک کے کارخانہ نے اس قدر رونق پکڑی کہ سارے جہان میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ یہ جس کام میں مصروف ہوتا۔ اس میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا اور سست اور کاہلوں کو محنتی اور کام آدمی بنا دیتا تھا جنکے دلوں کی امیدیں اور خواہشیں مردہ ہوگیئں تھیں انکو دلاسا دیتا اور ان کے ساتھ مل کر خود کام کرتا تھا۔ جب فرانسیسیوں نے انگلستان پر حملہ کرنا چاہا۔ تو اس نے اپنی سعی و کوشش سے ہزار سپاہیوں کی ایک فوج تیار کی یہ فوج ایسی عمدہ تھی کہ سارے انگلستان میں اپنا مثل نہ رکھتی تھی یہ جس وقت شہر ابرڈین میں اپنی فوج کو قواعد سکھلاتا تھا اس وقت مندرجہ ذیل خدمتیں بھی اسی سے متعلق تھیں۔ اسکاٹلینڈ کے بنک کی ڈائرکٹری۔ اون کی سوسائٹی کی صدارت۔ دک شہر کی افسری۔ مچھلیوں کی کمیٹی کی ڈائرکٹری صیغہ مالگذاری کی کمشنری۔ پارلیمنٹ کی ممبری صیغہ فلاحت کی صدارت۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جن دنوں یہ اس قدر کارخانوں کی نگرانی اور انتظام میں مصروف تھا۔ ان دنوں میں اسکو کتابوں کی تصنیف کی بھی مہلت ملتی تھی۔ اور کتابیں بھی کیسی؟ جن سے انسان فخر اور عزت حاصل کرسکے۔ جب امریکہ کے ایلچی نے مسٹر کوک [۱] سے دریافت کیا۔ کہ علم فلاحت میں کونسی کتاب عمدہ ہے؟ تو انہوں نے یہی کہا کہ اسکا جواب سر جان بخوبی دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت سارے انگلستان میں اس علم میں یہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ پھر جب اس شخص نے مسٹر پیس وارث سے سوال کیا۔ کہ انگریزوں کے تمدن کے اصول اور سرکاری خزانہ کے بارے میں کونسی عمدہ کتاب ہے؟ تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ سر جان کی کتاب جسکا نام تواریخ خزانہ سرکاری ہے بے مثل کتاب ہے انہوں نے ایک اتنا بڑا کام کیا ہے جسے سنکر ہر شخص کو تعجب اور حیرت ہوتی ہے یعنی ۲۱ جلدوں میں سے اسکاٹلینڈ کے حالات جن میں ہر ایک مغرب کا حال مندرج ہے تیار کیا

---

[۱] کوک انگلستان کا مشہور سیاح تھا۔ سنہ ۱۷۲۸ع میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۷۹ع میں مرگیا۔

اس سے پہلے ایسی عمدہ کتاب کسی ملک در کسی زمانہ میں لکھی نہ گئی تھی۔ ۲ برس میں
اس کتاب کے بارے میں جتنے خطوط ان کے پاس آئے اور جو انہوں نے بھیجے
انکی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ سارا کام وہ محض دوسروں کے نفع کیلئے
کرتے تھے کسی قسم کی ذاتی منفعت مدنظر نہ تھی۔ اسکاٹلینڈ کے حالات کی
اشاعت سے ملک کو بہت فائدہ پہونچا ظلم و تعدی کی بہت سی رسمیں اٹھ گئیں
بہت سے اسکول کے ماسٹروں اور پادریوں کی تنخواہیں بڑھ گئیں۔ اس کام کے
بعد انہوں نے چاہا کہ انگلستان کے لئے ایک ایسی ہی کتاب تیار کی جائے
لیکن انگلستان کے لاٹ پادری نے مزاحمت کی۔

جس وقت ۱۷۹۳ء میں جنگ کی وجہ سے بہت کوٹھی والوں کا دیوالہ
نکل گیا۔ اور جن شہروں میں تجارت کے کارخانے تھے۔ انکی حالت بہت ردی
ہو گئی۔ تو ان دنوں انہوں نے ایسی مستعدی ظاہر کی۔ جو کہ ہمیشہ زمانہ کو یاد
رہیگی۔ تجارت کے کارخانوں کے بند ہو جانے سے شہر میں جسٹر اور گلاسکو
کے سب بڑے بڑے کارخانے بیٹھنے کو تھے۔ غربا نہایت پریشان تھے اس وقت
سر جان نے پارلیمنٹ میں یہ بات پیش کی کہ پچاس لاکھ روپیہ ان تاجروں کو
جو ضمانت دیں۔ تقاوی کے طور پر قرض دئے جائیں۔ پارلیمنٹ نے یہ بات منظور
کر لی اور اسکی کارروائی کے لئے حسب درخواست سر جان کارکن بھی مقرر ہو گئے
پارلیمنٹ میں یہ بات رات کے وقت منظور کی گئی تھی۔ اسکی صبح کو سر جان نے
یہ خیال کیا کہ سرکاری کاموں میں دیر ہوتی ہے۔ ضرور اس کام میں بھی دقت
ہوگی۔ یہ سوچ کر خود مہاجنوں کے یہاں گئے۔ اور اپنی ضمانت پر لاکھ روپیہ قرض
لئے اور جن تاجروں کو اسکی شد بد ضرورت تھی انکے پاس فوراً بھیج دئے اسکے
بعد جب انگلستان کے وزیر اعظم نے سر جان سے ملاقات کی تو کہنے لگا کہ
مجھے نہایت افسوس ہے کہ روپیہ جلد فراہم نہیں ہو سکتے انہوں نے جواب دیا
کہ روپے تو کل روانہ ہو چکے۔ یہ جواب سنکر وزیر اعظم کے چھکے چھوٹ گئے

سمرجان خود لکھتے ہیں کہ یہ جواب سنگریٹ صاحب ایسے متحیر ہوئے جیسے کسی
نے اُن پر گولی چلائی ہو۔ یہ شخص مرتے دم تک عمدہ اور نیک ہی کاموں میں
مصروف رہا۔ اور اپنے ہموطنوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ بن گیا۔ اسے اپنے عزیزوں
کی تعلیم کی طرف سے بھی غفلت نہ تھی۔ یہ لکھتا ہے کہ اسی برس کے سن میں
میرے سات لڑکے جوان ہو گئے۔ اور الحمدللہ کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے
جس نے قرض لیا ہو۔ یا کوئی ایسا ناشائستہ فعل کیا ہو جس کے لئے مجھے افسوس
کرنا پڑے۔ خدا ہمارے ملک میں بھی ایسے ہی آدمیوں کو پیدا کرے!!

آٹھواں باب

نیک چلنی

یاد داری کہ وقتِ زادن تو	ہمہ خنداں بدند تو گریاں
آں چناں زی کہ وقتِ مردنِ تو	ہمہ گریاں بوند تو خنداں

وہ شئے جو ملک کی حالت کو اعلیٰ بناتی ہے جس سے ملک کو تقویت
اور فخر حاصل ہوتا ہے۔ جو ملک کی طاقت کو پھیلاتی ہے جو قومی نیکی کے اثر کو
قوی بناتی ہے جس سے ملک عزت اور حکمرانی کے قابل ہوتا ہے جس کی وجہ سے
لاکھوں سرنگون ہوتے ہیں۔ جو غیر قوموں کے غرور کو توڑ ڈالتی ہے جو غیر قوموں کو
محکوم بنانے کا آلہ ہے۔ جو بڑائی اور بزرگی کا چشمہ ہے جو سچا تاج و تخت ہے
وہ شئے فی الحقیقت ایک قسم کی شرافت ہے۔ مگر نہ وضع داری یا حسب و نسب کی
بلکہ نیک چلنی کی"۔

نیک چلنی ہی زندگی کا فخر و تاج ہے انسان کی مخصوص چیزوں میں یہ

سب سے اعلیٰ رتبہ رکھتی ہے۔ یہ انسان کے دلوں پر حکمرانی کرتی ہے اس لئے یہ ایک ایسی جائداد ہے کہ جس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ گویا اس نے ایک قسم کی حکومت حاصل کر لی اس سے ہر حالتوں کو بزرگی اور سوسائٹی کے ہر درجوں کو سربلندی ہے۔ اس کا زور و اختیار دولت سے بڑھکر ہے۔ جو باتیں دولت سے حاصل ہوتی ہیں وہ سب اس سے فراہم ہو جاتی ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ دولت کی طرح اس پر کوئی حسد نہیں کرتا اسمیں وہ طاقت و زور ہے۔ جو ہمیشہ نام ہمیشہ کیلئے رہتا ہے اسلئے کہ یہ دل کی سچی عزت کھرا پن اور استقلال کا نتیجہ ہے لوگ یہ ایسی صفتیں ہیں کہ انسان عموماً انکی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ اور ان پر اعتماد رکھتا ہے

نیک چلنی فطرت کی ایک پاکیزہ صورت کا نام ہے یا یوں کہو کہ کل اخلاقی صفات کا بعنوان شائستہ ایک شخص میں مجتمع ہونا بس اسی کا نام نیک چلنی ہے

نیک چلن آدمی سوسائٹی کے صرف کانشنس (نور ایمان) ہی نہیں۔ بلکہ بہت شائستہ ملک کے لئے تحریک دینے والے قوی بھی ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں قوائے اخلاقی ہی دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں۔ نپولین[1] کا قول ہے کہ جنگ میں بھی قوائے بہیمیہ پر قوائے ملکیہ کا زور و اختیار ویسا ہی رہتا ہے جس طرح دس کا زور ایک پر

قوت، محنت اور قومی تہذیب بھی اسی ذاتی چال چلن پر منحصر ہے اور کل عدالتیں اسی پر مبنی ہیں۔ قانون و ہر رشتے بھی اسی کی شاخیں ہیں۔ بحر کے تمادی میں ہر شخص ہر طرف ہر قوم اتنا ہی پاتی ہے جتنا پانے کی وہ مستحق ہے جس طرح نتیجہ سبب پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح قومی عادت اسکے چال چلن پر دلالت کرتی ہے۔

گو انسان علمی لیاقت پوری نہ رکھتا ہو اور دولت میں بھی کم ہو لیکن چال چلن اس کا عمدہ اور شائستہ ہے۔ تو اسکی قدر و منزلت ہمیشہ بڑھتی رہیگی۔ وہ پاکیزہ

---

[1] نپولین۔ دیکھو صفحہ ۲۴

میں ہو یا بنک گھر میں وہ کان میں ہو یا بازار میں

کیننگ[1] نے ۱۸۵۰ء میں اپنے ایک دوست کو کیا خوب خط لکھا تھا جس کے یہ چند جملے میں نقل کرتا ہوں "میں نیک چلنی کی راہ سے ایک وسیع اور اعلےٰ درجہ کی قوت اور اختیار تک پہونچونگا۔ اور میں ہرگز کسی دوسری راہ پر نہ چلونگا۔ ہر چند میری چال اس راہ میں بہت تیز نہیں ہے لیکن مجھے کامل یقین ہے۔ کہ جس منزل کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اسکی سیدھی اصلی راہ یہی ہے" ذہن والوں کی ہم صرف تعریف ہی کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں نیک چلن ہے لیکن بھروسا اور اعتماد کرنے کے لئے کچھ اور چیز بھی درکار ہے۔ لارڈ رسل[2] لکھتا ہے کہ انگلستان کے منتظمین کا ہمیشہ سے یہ دستور ہے۔ کہ ذہین سے صرف رائے لیتے ہیں اور نیک چلن کی رائے پر چلتے ہیں۔ نیک چلنی کے اس قوی اثر کو فرانسس ہارنر[3] کی سوانح عمری بہت خوبی سے ثابت کرتی ہے یہی وہ شخص ہے جسکی نسبت سڈنی اسمتھ[4] لکھتا ہے کہ وہ دس احکام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے اسکی پر نور پیشانی پر منقش تھے۔ اڑتیس برس کے سن میں یہ مرگیا۔ اور اسی اڑتیس میں اسی نیک چلنی کی وجہ سے سب پر اسکا اختیار اپنے کنبے کے آدمیوں سے بڑھکر تھا سب اس کے مداح تھے سب کو اس سے محبت تھی سب کو اسپر اعتماد تھا اور اس کے مرنے پر سوائے چند ان آدمیوں کے جو بالکل تنگ ظرف اور محض کمینہ تھے ہر شخص کو اسکا غم تھا پارلیمنٹ نے کبھی کسی ممبر کی وفات پر ہمدردانہ تعزیت

---

[1] کیننگ ہندوستان کا نامی اور مشہور گورنر جنرل تھا ایام بغاوت میں یہ ہندوستان ہی میں تھا ۱۸۱۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۶۱ء میں مرگیا

[2] رسل دیکھو صفحہ ۱۶

[3] فرانسس ہارنر دیکھو صفحہ ۱۱

[4] سڈنی اسمتھ دیکھو صفحہ ۴۰

ظاہر نہیں کیا تھا جس قدر اس ممبر کی موت پر

میں ہر نوجوان سے پوچھتا ہوں کہ یہ عزت اس سمتھ نے کیونکر حاصل کی تھی کیا کسی نسب اور درجے ؟ نہیں۔ وہ تو ایک ادنے تاجر کا لڑکا تھا۔ کیا دولت سے ؟ نہیں اور اس کے رشتہ دار کوئی خرچ ضروری سے ایک حبہ بھی فاضل نہیں رکھتے تھے کیا کسی اوفس یا نوکری کے ذریعہ سے ؟ نہیں۔ اپنی تمام زندگی میں اس نے ایک نوکری کی تھی۔ اور وہ بھی چند دنوں کے لئے اور بہت ہی کم رتبہ اور کم درجہ کی کیا ذہانت سے ؟ وہ ذہین بھی نہ تھا۔ کیا فصاحت و بلاغت سے ؟ وہ ایسا فصیح و بلیغ بھی نہ تھا۔ ہاں البتہ صاف گو اور حق گو تھا۔ پھر کس چیز سے وہ ایسا سربلند ہوا صرف تمیز، محنت، عمدہ اصول پر عامل ہونے اور اچھا دل رکھنے سے۔ کیا ان صفات کے حاصل کرنے سے کوئی بھلا چنگا نوجوان مایوس ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ بیشک صرف اسی نیک چلنی کی قوت نے اسے معزز و ممتاز بنا دیا تھا۔ اور یہ اس کے صفات خلقی اور وہبی نہ تھیں بلکہ کسبی تھیں اس سے پڑھکر ذہین اور لائق ممبر اوس اوف کومنس میں تھے لیکن کوئی اس سے ان صفات حسنہ میں بڑھکر نہ تھا۔ بیشک وہ نہ صرف اس بات کے ثابت کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ متوسط لیاقت بھی نیک چلنی کی بدولت کیا کچھ کر سکتی ہے

فرینکلن[1] لکھتا ہے۔ کہ میں نے جو ترقی حاصل کی تھی وہ لیاقت سے نہیں کی بلکہ صرف کھرے پن اور سچائی سے۔ ہر چند میں بولنے میں رکتا تھا اور با محاورہ نہیں بول سکتا تھا لیکن پھر بھی میرے ہم وطنوں کے دلوں میں میری اتنی جگہ تھی کہ میری بات چل ہی جاتی تھی اور میرا مقصد پورا ہی ہو جاتا تھا

جس طرح علم ایک قسم کی طاقت اور زور ہے اسی طرح نیک چلنی بھی ایک خاص قوت ہے۔ دماغ بغیر دل کے ذہانت بغیر نیک چلنی کے چالاکی بغیر نیکی کے بیشک ایک طرح کی قوتیں ہیں لیکن صرف نقصان پہنچانیوالی ایسے آدمیوں کی

[1] فرینکلن دیکھو صفحہ ۱۰۳

باتوں سے ہم صرف خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن انکی تعریف کرنی اسی قدر مشکل ہے جس قدر جیب کترنے والوں اور اٹھائی گیروں کی سچائی اور کھرا پن۔ جوانا چلن کی اصل ہے جس میں یہ صفتیں پائی جاتی ہیں اور وہ مستقل مزاج بھی ہے تو وہ ایک ایسا پُرزور اور قوی شخص ہے کہ کوئی اسے روک ہی نہیں سکتا۔ ایسا آدمی بھلائیوں کے کرنے برائیوں سے رُکنے مصیبت اور تکلیف اٹھانے پر قادر ہوتا ہے۔

جب اسٹیفن کو اس کے قاتلوں نے گھیر لیا اور پوچھا کہ بتا تیرا وہ قلعہ کہاں ہے تو اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھکر کہا کہ یہاں ہے۔ ایسے موقع میں کھرے آدمیوں کے صفات حقیقت میں چمک اٹھتی ہیں۔ اور جب اسکی کل صفتیں اسے بیکار نظر آتی ہیں۔ تو آخر کو اسکا سہارا اپنی سچائی اور دلیری پر ہوتا ہے

لارڈ ارسکاین[۱] کا یہ قول اس قابل ہے۔ کہ اسکو ہر شخص اپنے لوح دل پر نقش کرلے وہ کہتا ہے "جوانی میں میرا یہ دستور تھا۔ کہ جب کسی کام کو شروع کرنا چاہتا تو پہلے کونشنس دنور ایمان) سے پوچھ لیتا۔ پھر اس کے کہنے کے مطابق فوراً اس میں ہاتھ لگا دیتا اور نتیجہ خدا پر چھوڑتا۔ ان اصول پر جو شفیق اور مہربان والدین کے تعلیم کردہ تھے میں بڑھاپے تک عمل پیرا رہا اور ہرگز مجھے اس ذریعہ سے کبھی کسی طرح کا افسوس نہوا۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ یہی میری ترقی اور دولت کے حصول کے باعث ہوئے۔ اور اب میں اپنے لڑکوں کو بھی انپر عامل رہنے کی ہدایت کرتا ہوں"

زندگی کے مقاصد میں سب سے اعلٰے مقصد یہ ہونا چاہئے۔ کہ چال چلن اچھا ہو۔ اس کیلئے مناسب کوشش کرنے سے حوصلے بلند ہونگے۔ اور مردانہ خیالات پیدا ہونگے۔ اصول کی بات ہے۔ کہ مقصد کو ہمیشہ اعلٰے ہونا چاہئے۔ گو اس کا انجام پوری طرح دشوار ہو مسٹر ڈرریلی کہتے ہیں۔ وہ جوان جو اوپر نہیں دیکھتا اسے پستی کے سوا کچھ دکھائی دے ہی نہیں سکتا۔ وہ جانور اوپر اڑ نہیں سکتا

[۱] لارڈ ارسکاین۔ ملک اسکاٹلینڈ کا ایک مشہور عالم اور ممبر پارلیمنٹ تھا۔ یہ بہت سے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہا۔ شہر اڈنبرا میں ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۲۳ء میں مرگیا۔

وہ زمین پر رینگنے کیطرح (؟) اڑنا سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور وہ جوان مرد جو آسمان پر تیر چلانا چاہتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہونچ سکا تو عالیشان درخت کے سرے تک تو ضرور پہنچ جائیگا۔ اسی طرح وہ اشخاص جنکے مقاصد اعلےٰ ہوتے ہیں اگر وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوتے۔ تب بھی اپنی حالت سے تو بلاشبہ کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔

ہر کام اور ہر لفظ میں صدق و راستی نیک چلنی کی بنیاد ہے

ڈیوک آف ولنگٹن نے سر رابرٹ کے بارے میں ہاؤس آف لارڈس میں جو کچھ کہا وہ قابل یادگار ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں اور وہ برابر کونسل میں رہے اور آپس میں دوستی بھی رہی۔ لیکن میں نے انکو ہمیشہ راست باز اور عادل اور قوم کا ترقی خواہ پایا۔ مجھے کبھی ایسا موقع نہ ملا۔ کہ ان کو کسی جگہ راستی سے ڈگتے دیکھتا اور کبھی انکی زبان سے ایسا لفظ نہ نکلا۔ جو حق نہو۔ انکا اقبال اور انکی ساری ترقیاں اسی وجہ سے تھیں

جھوٹ اور سچ کا اطلاق جس طرح اقوال پر ہو ۔ اسی طرح افعال پر بھی ہوسکتا ہے آدمی کو لازم ہے۔ کہ جیسا وہ اپنے کو ظاہر کرتا ہے تحقیقاً وہ ویسا ہو بھی جائے۔ انسان کو خود اپنی عزت اور غیروں کی عزت کا خیال اس بات پر بخوبی قایم رکھ سکتا ہے۔ انسان چالاکی سے دہوکا بھی سکتا ہے۔ لیکن راستی سے کبھی نہیں۔ ایسے آدمی جنکے افعال و اقوال میں کچھ تعلق یا تطابق نہیں ہوتا کبھی عزت نہیں پا سکتے۔ یہاں تک کہ اگر وہ سچ بھی بولیں تو جھوٹ ہی سمجھا جائیگا۔

نیک چلن انسان کو لازم ہے کہ آفتاب کی طرح ظاہر و باطن۔ گھر باہر ہر جگہ یکساں چمکتا ہے۔ ایک دانشمند لڑکے سے جب لوگوں نے استفسار کیا کہ تو نے وہ شفتالو کیوں نہیں چرائے۔ وہاں تو کوئی بھی دیکھنے والا نہ تھا تو اس نے کیا خوب جواب دیا۔ کہ میں خود بہت بڑا دیکھنے والا موجود تھا

لہ ڈیوک آف ولنگٹن دیکھو صفحہ ۶۱

میں ہرگز نہیں پسند کرتا کہ آپ اپنی نظروں میں ذلیل بنوں۔ اس حکایت میں نفس
انسانی قوت کا بھی بیان ہو گیا جسے کونشنس (نور ایمان) کہتے ہیں۔ یہ قوت
جب تک زور آور نہیں ہوتی اور چال چلن پر ہر لحظہ اپنا اثر نہیں ڈالتی رہتی ہے
تب تک انسان کا چال چلن محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اکثر راستی سے قدم پھسل جاتا ہے
اور لالچ میں پڑ کر بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے اور آخرکار اپنی نظروں میں آپ ذلیل ہوا
ہو جاتا ہے گو لوگوں نے اسے نہ دیکھا۔ اگرچہ دنیا کے سامنے وہ معزز رہے اور
مجرم ثابت نہ ہو سکا۔ لیکن پھر بھی وہ شخص وہ نہیں رہتا جو پہلے تھا کوئی اثر
ہی ہو جاتا ہے۔ اس کے دل کو قرار نہیں رہتا۔ بلکہ کونشنس کی لگاتار چوٹ سے
وہ ایسا مجروح اور خبط ہو جاتا ہے۔ کہ اپنی خبر آپ نہیں لے سکتا۔ بعینات نامعلوم
مجرم کے لئے یہ سزا خوب ہی مناسب ہے۔

نیک چلنی کو ثابت و برقرار رکھنے والی بھی نیک عادتیں ہیں۔ انسان
میں عادتوں سے بڑھ کر کوئی مادہ تیز اور قوی نہیں ہے۔ بلکہ خوب دیکھو تو
وہ عادتوں ہی کی ایک گٹھری معلوم ہوتا ہے۔

می ٹیس ٹیسیو[1] عادت کا اس قدر قایل تھا کہ اس کے نزدیک انسان
عادت ہی عادت تھا۔ حتی کہ نیکی و بدی کو بھی وہ عادت ہی سمجھتا تھا۔

بٹلر[2] کہتا ہے۔ کہ انسان کو لازم ہے۔ کہ اپنی تعلیم آپ کرے اور لالچ سے
ہمیشہ بچتا رہے۔ اگر وہ نیکی کو اپنی عادت بنا لے تو نیکی کرنی ویسی ہی آسان
ہو جائیگی۔ جیسی پہلے بدی کرنی جس طرح برابر ایک قسم کا کام کرنے سے جسم
اس کے عادی ہو جاتے ہیں اسی طرح روحانی قوتیں بھی [illegible] کی مشق سے

---

[1] می ٹیس ٹیسیو ملک اطالیہ کا مشہور شاعر اور [illegible] کا مصنف تھا [illegible]
میں پیدا ہوا۔ اور [illegible] میں مر گیا

[2] بٹلر انگلستان کا مشہور پادری تھا۔ اس کی چند تصانیف نہایت قدر کے
قابل ہیں۔ ۱۶۹۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۵۲ء میں مر گیا۔

صفات حمیدہ کی خوگر ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ سچائی، انصاف اور سخاوت
یہ سب بھی بالآخر عادتیں ہو جاتی ہیں۔ اور انکا عادی برائیوں سے خود بخود متنفر ہو
جاتا ہے جس طرح تقوی کے عادی کو شراب خوری سے خود بخود نفرت
ہو جاتی ہے۔ اور دور بینی اور مآل اندیشی کو عیاشی و فضول خرچی سے خود ہی
عداوت ہو جاتی ہے۔ اس لئے بری عادتوں سے بچنے کے لئے صرف
اچھی عادتوں کا حاصل کرنا ہی کافی ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی طرف
پورا کامل نظر رکھنی ضرور ہے۔ ورنہ جہاں ایک غلطی ہوئی پھر دوسری غلطی
پر جرات ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب کا قول ہے کہ عادتیں موتی کی لڑی کی
طرح ہیں۔ جہاں لڑی کھلی اور سب بکھر گئے۔

عادتیں جب راسخ ہو جاتی ہیں۔ تو بے قصد خود بخود ظہور میں آنے لگتی
ہیں۔ اور انکی ترقی اور قوت کا تب ہی امتیاز ہوتا ہے۔ جب ان کے خلاف
میں کوشش کی جاتی ہے۔

اپنی تعلیم آپ کرنی۔ اپنے کو محنتی بنانا۔ صادق القول ہونا۔ یہ سب
خیالات اور عقاید ہی نہیں۔ بلکہ عادتیں ہیں۔ بیشک ہم کو اللہ نے آزادی
دی ہے۔ لیکن وہ آزادی رفتہ رفتہ انہیں عادتوں کے ہاتھ کسی قدر بک جاتی
اور جس زنجیر میں ہم اپنے کو باندھتے ہیں اس ہی میں بندھ جاتے ہیں اور پھر
اسی طرح اس سے چھٹکارا محال ہوتا ہے۔

لڑکوں کو لڑکپن ہی میں نیک چلنی کا عادی بنانا اس لئے مفید ہے کہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ڈالو۔ تو وہ صرف اس درخت کی بقا تک اسکے ساتھ میں جیوں جیوں وہ
درخت بڑھتا پھیلتا جائیگا وہ دونوں حرف بھی بڑھتے اور پھیلتے جائینگے

لارڈ کولنگ اوڈ[1] نے ایک نوجوان سے کہا کہ بیس پچیس برس کے سن کے قبل
تم ایسا چلن سیکھ لو جو زندگی بھر تمہارے کام آوے۔ کیونکہ پھر سیکھی ہوئی چیز کا بھولا
دینا دشوار ہے۔ ایک یونانی گانے والے کا کیا خوب اور واجب قاعدہ تھا
کہ جو دوسرے استادوں سے گانا سیکھ کر اس کے پاس شاگرد بننے کو جاتے
ان سے وہ دونی فیس لیتا تھا کیونکہ اسکو انکی تعلیم میں دونی محنت پڑتی تھی
ایک انکو سکھانا دوسرے ان کے پہلے سیکھے ہوئے کو بھولانا حقیقت میں
بھی عادتوں کی بیخ کنی دانت اوکھیڑنے سے بھی زیادہ مشکل اور تکلیف دہ ہے
ہمیشہ انسان کو اس بات پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہاں تک ہو اچھی عادتیں
حاصل ہوں۔ اور بری عادتیں پاس نہ پھٹکنے پائیں۔

عادتوں کو کہاں تک دخل ہے۔ اسکی انتہا کچھ سمجھ میں نہیں آتی
یہاں تک کہ خوشی اور راحت بھی ایک طرح کی عادت ہی معلوم ہوتی ہے
بعض شخصوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہمیشہ چیزوں کی چمکیلی ہی طرف کو
دیکھتی ہے۔ جانسن نے اسی لئے لکھا ہے۔ کہ صرف اچھی ہی طرف نگاہ رکھنی
ہزار روپیہ کے وظیفہ سے بہتر ہے۔ ہم میں ایسی قوت موجود ہے کہ انہیں
باتوں کا خیال کریں جن سے روح کو مسرت حاصل ہو اور ان چیزوں کے خیال
سے دل کو روکیں جن سے نہ ترقی ملتی ہے نہ خوشی بلکہ انسان بے فائدہ بھی
ان سے مغموم اور افسردہ بن جاتا ہے۔ نوجوان کا بشاش رہنا دوسری طرح
کی لیاقتوں بلکہ تحصیل علم سے بھی کہیں بڑھکر ہے۔

جس طرح مکان کے چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے بھی ہم دن کو
دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی انسان کا چال چلن
معلوم ہو جاسکتا ہے۔ ہم نیک چلن ہیں یا نہیں اسکے دریافت کی بہت ہی صحیح ترکیب

---

[1] لارڈ کولنگ اوڈ انگلستان کا نامی امیرالبحر جرنیل تھا [illegible]ء میں پیدا ہوا
اور [illegible]ء میں مرگیا۔

بہتر ہے کہ ہم غور کریں کہ ہم دوسروں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں

۱۔ علی۔ ادنےٰ اور برابر والوں سے بعنوان شائستہ ملنا سب سلوک پیش آنا انسان کے دل کو بالطبع خوش کرتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ انسان مفلس ہو اور دولتمندوں کی سی خیرات نہ کر سکتا ہو۔ لیکن اگر وہ چاہے۔ تو یہ اخلاق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے عمدہ اخلاق کا پرتو سوسائٹی پر ویسا ہی پڑنا چاہئے جیسا شمع کا بزم پر جو اسکے سامنے آتا ہے وہ آپ سے آپ منظر ہو جاتا ہے ویسا ہی اسکو بھی ہر دلوں میں اس طرح سے راہ کرنی چاہئے کہ کسی کو خبر بھی نہو

انسان ادنےٰ ادنےٰ باتوں سے دلوں کو خوش کر سکتا ہے۔ ایک لیڈی صاحبہ لکھتی ہیں کہ میں نے ایک بار ایک غریب لڑکی کو شفقت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اسکا اثر اس لڑکی پر ایسا ہوا۔ کہ خوشی کے مارے اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ کیا کسی کو ایسے اخلاق کا روزانہ موقع نہیں۔ لیکن افسوس ہم ایسے موقع کو خود کھو بیٹھتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ اخلاق میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا۔ اور اس سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔ بیشک ؎

اخلاق سب سے رکھنا تسخیر ہے تو یہ ہے ؛ سب سے سستی اور بے بہا چیز اگر ہے تو یہی مہربانی ہے۔ بڑے سے بڑے کام کو بھی اگر انسان نے بہ جبر یا احسان رکھکر کیا تو کیا وہ قابل شکر ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ دنیا میں ایسے آدمی بھی ہیں جنہیں اپنی ترش روی پر ناز ہے ایسے آدمی اگرچہ فطرتی نیاک بھی ہوں۔ لیکن لوگوں کو اس سے نباہنا مشکل پڑ جاتا ہے ایسے آدمی کو جو ہمیشہ دل شکن باتیں کرنے کے عادی ہیں اور اسکی کچھ پروا نہیں کرتے کوئی شخص دل سے نہیں چاہتا۔ اولیا کا تو ذکر نہیں۔ ان سے ہو تو ہو یہ انکی کرامت ہے لیکن عامۂ خلائق سے تو نہیں ہو سکتا۔ بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جو بہت زیادہ اخلاق رکھتے ہیں اور موقع بے موقع بیجا نوازش کے اظہار سے لوگوں کو سرفراز کیا کرتے ہیں لیکن یہ بھی مذموم

گزرتا ہے۔ خیرالامور اوسطہا۔ اعتدال سب سے عمدہ ہے۔ بہتیرے ہوستے لیکن
ور دیانتدار تھے۔ لیکن پھر ترقی نہ کر سکے۔ اگر اسکی وجہ دریافت کی جاتی
تو معلوم بھی معلوم ہوگا۔ کہ وہ بدمزاج تھے۔

دوسروں کے خیالات اور رایوں کی قدر کرنی۔ یہ بھی عمدہ اخلاق
میں سے ہے۔ بعض جہاں دوسروں کی رائے اپنی رائے سے الگ پاتے
ہیں۔ فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور نالایق الفاظ انکی زبان سے نکلنے لگتے
ہیں حالانکہ اختلاف رائے انسان کے مختلف الطبائع ہونے کا لازمی
نتیجہ ہے۔ پھر مجرد اختلاف رائے سے رنجیدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم
ہوتی۔ صاحب اخلاق اور نیک دل کچھ اعلےٰ درجے کے ہی آدمیوں میں نہیں ہوتے
بلکہ بہت غریب آدمی بھی اس صفت سے موصوف ہو سکتا ہے۔ چارلس ولیم
اور گرینٹ باشندگان شہر ان ورلس واقع اسکاٹلینڈ کا قصہ یاد
رکھنے کے قابل ہے۔ یہ باپ اور بیٹے دونوں مفلس کاشتکار تھے تھوڑی سی
زمین جو انکے پاس تھی۔ دریا کی طغیانی سے سب غارت ہوگئی اور انکا سارا مال
متاع بھی اسی دریا میں تباہ ہوگیا۔ بہت ہی پریشان حال نوکری کی تلاش
میں نکلے۔ لنکاشائر کے قریب پہونچکر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اور چاروں
طرف کی فضا دیکھنے لگے۔ پھر دل میں سوچے کہ کدھر چلیں؟ آخر ٹھہری کہ
ایک لکڑی پھینکو جدھر وہ گرے۔ اسی طرف چلو غرض جس جانب وہ لکڑی
گری اسی طرف دونوں چلے۔ وہاں سے کچھ دور رام بوٹم نام ایک دیہات تھا
وہاں پہونچے اور ایک چھاپہ خانہ میں نوکر ہوگئے۔ اس کام کو انہوں نے
ایسی دیانت اور محنت سے کیا۔ کہ مطبع کا مالک دل و جان سے راضی اور انکا مزاج
بھی پھر برابر ترقی کرتے رہے۔ آخر بہت مالدار ہوگئے۔ ان دونوں نے
اپنے روپیے سے سینکڑوں اسکول اور گرجے تعمیر کرائے اور ہر طرح سے انسان کی
بھلائی میں آمادہ رہے۔ انہوں نے اس پہاڑ پر جہاں وہ لکڑی گری تھی ایک مینار

عمارت اپنی یادگار چھوڑ گئی۔ ایک تاجر نے جو اپنی کم ظرفی سے انکی ترقیوں کو دیکھ
نہیں سکتا تھا حسد سے انکی مذمت میں ایک رسالہ چھپوایا۔ جب وہ رسالہ گرینٹ
کی نظروں سے گزرا تو انہوں نے اسکو دیکھکر آہستہ سے کہا کہ لکھنے والا آخر ایک
ایک دن پچھتائیگا۔ جب یہ خبر اس تاجر نے سنی تو بولا۔ ہاں گرینٹ کو اپنی
امارت کا غرور ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میں انکا ایک دن قرضدار ہونگا اور تب
وہ مجھ سے اسکا بدلہ لینگے۔ لیکن میں ہرگز انہیں ایسا موقع نہ دونگا۔ اتفاق
ایسا ہوا کہ اس تاجر کا دیوالہ نکل گیا۔ اور پھر کارخانہ چلانے کیلئے اسکو ایک
سارٹیفکٹ لینے کی ضرورت پڑی حسن اتفاق سے اس وقت گرینٹ کے سوا
کوئی اعلےٰ درجہ کا تاجر وہاں نہ تھا جسکا سارٹیفکٹ کارآمد ہوتا لیکن اسے گرینٹ
کے یہاں جانے سے تو شرم آتی تھی آخرش جب اس کے رشتہ داروں نے اسے
مجبور کیا تب اس نے گرینٹ کے یہاں جاکر اپنا سارا قصہ بیان کیا اور سارٹیفکٹ
مانگا۔ گرینٹ نے پوچھا۔ کیوں بھائی تم نے ہی وہ رسالہ چھپوایا تھا؟ اس سوال
کے سنتے ہی اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور سمجھا کہ اب یہ میرے کل کاغذ
جو اس کے سامنے رکھے ہیں۔ آگ میں ڈال دئے جائینگے۔ لیکن گرینٹ نے کہا
میرا یہ دستور ہے کہ دیانتدار تاجر کی سارٹیفکٹ پر بھی ضرور دستخط کرونگا لاؤ
سارٹیفکٹ لاؤ مجھے سخت افسوس ہے کہ میری پیشین گوئی تمہارے حق میں راست
آئی۔ بھائی میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہ تھا کہ میں تمہارے روز بد کا خواہاں تھا
بلکہ اس سے میری یہ مراد تھی کہ ایک دن تم ضرور جان لوگے کہ میں کیسا ہوں
اور اسوقت تم کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوگی" ان باتوں کو سنکر تاجر آنکھوں
میں آنسو بھر لایا۔ گرینٹ نے پوچھا "آج کل کارخانہ کا کیا حال ہے؟" تاجر
نے کہا۔ قرضخواہوں کو سب چکا کر اب میرے پاس خرچ ضروری کے لئے
کچھ نہیں ہے۔ سارٹیفکٹ ملنے سے پھر کارخانہ شروع کرونگا"
گرینٹ نے کہا۔

اف! اب تو آج کل تمہارے متعلقین پر بڑی تکلیف ہوگی۔ میری طرف سے
نہیں یہ سو روپے دینا۔ اور کہنا کہ اسے قبول کریں۔ آئندہ اللہ مددگار ہے
جب یہ تاجر وہاں سے چلا۔ تو اس کی یہ کیفیت تھی کہ بچوں کی طرح سے
روتا جاتا تھا۔

جنٹل مین (شریف) وہ ہے جس کی طبیعت عالی ہے۔ جنٹل مین وہ
ہے۔ جو مصیبت اور افلاس میں بھی جنٹلمین ہی رہے۔ مگر یہ پستی بزدلی
پست نگاہی مردی۔ جنٹلمین وہ ہے۔ جو کھرا اور بیباک ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے
اسکو ہمیشہ اپنی عزت کا خیال رہتا ہے۔ اپنے کونشنس (نور ایمان) کی ہدایتوں
پر چلتا ہے جیسی وہ اپنی قدر کرتا ہے۔ ویسی دوسروں کی عزت کا بھی اسے
خیال ہے۔ جمیع انسان اسکی نظروں میں قابل تعظیم وتکریم معلوم ہوتے ہیں
اس سے کوئی کمینہ کام ہو نہیں سکتا۔ سچائی اسکا قانون ہے جب وہ کہتا ہے
ہاں تو وہی ہاں اسکا قانون ہے۔ اور جب وہ کہتا ہے نہیں تو وہی نہیں
اس کا قانون ہے۔ وہ اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔ ایسے آدمی کو کوئی رشوت
بھی نہیں دے سکتا۔ ڈیوک آف ولنگٹن[1] جب آسائی کی لڑائی میں فتحیاب ہوا
تو ایک دن ریاست حیدرآباد کا وزیر اعظم اس کے پاس آکر کہنے لگا کہ جو صلح
نظام اور مرہٹوں میں ہوئی ہے۔ اسمیں کون کون ملک نظام کو دینے کیلئے تجویز
کئے گئے ہیں؟ اگر آپ مہربانی فرما کر ان امور سے مجھے مطلع فرمائیں۔ تو دس لاکھ
روپیہ آپ کی نذر ہیں۔ ڈیوک اس بات کو سنکر کئی منٹ تک اس وزیر کی
طرف دیکھتا رہا۔ اور بولا "اگر کوئی پوشیدہ بات تم سے کہی جائے تو شاید
تم اسکی رازداری کر سکتے ہو؟" وزیر نے کہا "بیشک" "تب میں نے کہا
میرا بھی یہی حال ہے" اور یہ کہکر فوراً وزیر کو رخصت کر دیا۔ اگر ولنگٹن
چاہتے۔ تو بذریعہ رشوت کے ہندوستان سے کروڑوں روپیہ پیدا کر لیتے

[1] ڈیوک آف ولنگٹن دیکھو صفحہ ۶۷

انہیں کا دل تھا کہ ایک غریب کی طرح ولایت واپس آگئے۔

مارکوئس ولزلی[1] کو میسور کی فتح کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں نے دس لاکھ روپیہ انعام دینا چاہا۔ انہوں نے نامنظور کیا اور لکھا مجھے ہرگز منظور نہیں ہے کہ میں ہی انعام پاؤں اور میری فوج کے سپاہی منہ دیکھتے رہ جائیں۔ سر چارلس نیپیر[2] کو فتوحات سندھ میں وہاں کے نوابوں نے تین لاکھ روپیہ رشوت دیتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایک ٹکا بھی نہ لیا۔ بے شک وہ مفلس جس کا دل غنی ہے۔ اس غنی سے کہیں بڑھکر ہے جس کا دل مفلس ہے بقول سینٹ پال[3] کے ایک کے پاس کچھ نہیں لیکن سب کچھ ہے۔ اور دوسرے کے پاس سب کچھ ہے۔ پر کچھ نہیں۔ ایک کو امیدیں ہیں اور خوف نہیں اور دوسرے کو خوف ہے۔ اور امید مطلق نہیں۔ جس شخص کی سب چیزیں تو گم ہو جائیں۔ لیکن دلیری۔ بشاشت۔ امید۔ نیک ذاتی وقار یہی باقی رہے تو اگرچہ اس کے پاس کچھ نہیں۔ لیکن سب کچھ ہے اور حقیقت میں وہ ایک تونگر آدمی ہے۔ سچی دلیری اور رحم دلی ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ دلیر ہمیشہ معاف کرنے کو تیار رہتا ہے۔ یہ سخی ہوتا ہے۔ یہ کبھی بے رحم اور ظالم نہیں ہو سکتا۔

شریف کا امتحان سینکڑوں طرح ہو سکتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ تم دیکھو کہ وہ اپنے اختیارات کو اپنے محکوموں پر کس طرح صرف کرتا ہے عورتوں اور بچوں کا اسکو کیسا خیال ہے۔ اگر وہ افسر ہے۔ تو اپنے ماتحتوں سے کیسا برتاؤ رکھتا ہے۔ اگر وہ تاجر ہے تو اپنے منیجر دل اور خادموں کے

---

[1] مارکوئس ولزلی۔ ہندوستان کا مشہور گورنر جنرل تھا۔ شہر ڈبلن میں سنہ ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوا۔ اور لنڈن میں سنہ ۱۸۴۲ء میں مر گیا

[2] سر چارلس نیپیر انگلستان کا مشہور جرنیل تھا۔ آئرلینڈ میں سنہ [illegible] میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۸۶۰ء میں مر گیا

[3] سینٹ پال۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نامی حواری

ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ اگر وہ ماسٹر ہے۔ تو اپنے شاگردوں سے کس طرح
پیش آتا ہے۔ ان حالتوں میں اگر انسان عقل۔ عفو۔ رحم کے ساتھ کام کرے
تو بیشک شریف ہے اور جو بیکسوں اور کمزوروں کو ستاتا ہے۔ وہ نامرد ہے
ہرگز جوانمرد اور دلیر نہیں۔ دیو کی سی طاقت رکھنی بیشک بہت عمدہ ہے
لیکن دیو کی طرح اس طاقت کا استعمال کرنا ظلم ہے۔ فی الحقیقت شرافت
کے جانچنے کے لئے نرم دلی ایک بہت عمدہ اور صحیح کسوٹی ہے۔ شریف اپنی
ذاتی تکلیف گوارا کر سکتا ہے۔ لیکن دوسرے کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا
انکو ستانا تو کہاں۔ وہ کبھی اپنی قوت و دولت۔ علم و چلن پر غرور اور فخر نہیں
کرتا۔ سر والٹر اسکاٹ نے لارڈ لوتھین کی صرف اتنی ہی تعریف کی ہے کہ
لارڈ صاحب اس لیاقت کے آدمی ہیں۔ کہ انسان انکا احسان مند ہو سکتا ہے
یعنی وہ کسی پر اپنا احسان نہیں جتلاتے۔ غور کرو تو یہ بہت بڑی تعریف ہے
فولر نے شریف کی بہت اچھی تعریف کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔
جعلسازیوں سے پاک۔ کاروبار میں منصف۔ بات کا پکا۔ اشخاص پر مہربان
مستقل محنتی۔ بڑے کاموں میں ہمیشہ دلیری سے مستعد ہو۔ وہی شریف
ہے۔ خدا کرے ہمارے ملک کے عزیز شرفا بھی ان تعریفوں کے مصداق
بنیں۔

له فولر دیکھو صفحہ ۹۰

مزدور کو ترجیح دیتا ہوں۔ انگلستان کے غلاموں کے دوست اور خیرخواہ گرینول شارپ[1] صاحب دن بھر تو نہایت سخت کام کیا کرتے۔ او شام کو اپنے چند احباب کے ساتھ گاتے اور ڈھولک بجایا کرتے تھے

ڈاکٹر آرنالڈ بھی ایک بڑا خوش مزاج اور محنتی شخص گزرا ہے اس نے اپنے کو نوجوانوں کی تعلیم میں ہمہ تن مصروف کر دیا تھا اس کے کل طلبہ بشاش رہتے اور ایک ایک کام ہر ایک کے سپرد تھا اور ہر ایک کو اس سے از حد محبت تھی یہ ادنے سے ادنے کام کو بھی خوب جی لگا کر کرتا۔ یہ اس بات پر پورا یقین رکھتا تھا کہ انسان کام ہی کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے اور اسی لئے انسان کو طرح طرح کی جسمانی اور روحانی قوتیں عطا ہوئی ہیں۔ کام ہی سے اسکی فطرت کی ترقی ہوگی اور کام ہی کے ذریعہ سے وہ الوہیت کے درجہ سے نزدیک ہوتا جائیگا اور مقرب خدا کہلائیگا۔ اس کے شاگردوں میں سے ہوڈسن نے بڑا نام کیا ہوڈسن نے ہندوستان سے اپنے ایک دوست کو یہ خط لکھا تھا۔" ہندوستان میں بھی میں اپنے رگ و پے میں اُستاد کی تعلیم کا اثر پاتا ہوں اور الحمدللہ کہ میرے کل ماتحت بھی اس اثر سے فیض یاب ہو رہے ہیں

محنتی اپنے ہمسایوں پر کتنا اثر پہونچا سکتا ہے اسکو سرجان سن کلیر کی سوانح عمری بہت عمدہ طور سے ثابت کرتی ہے ان کا سا محنتی شخص سارے یورپ میں نہیں ہوا۔ یہ اسکاٹلینڈ کے شمالی حصہ میں پیدا ہوا تھا یہ ملک ایسا غیر آباد تھا کہ شاید ہی کوئی دوسرا حصہ اسکاٹلینڈ کا ویسا ہو۔ جب یہ سولہ برس کا تھا تب اس کے والد نے قضا کی یہ بہت بڑے زمیندار تھے انکے مرنے پر کل انتظام سرجان کے سپرد ہوا۔ قصہ مختصر ۱۸ برس کے سن میں اپنے وطن کی تہذیب اور اصلاح پر کمر بستہ ہوا اس کی فلاحت نہایت ہی بری حالت میں تھی کسی کھیت کے گرد آڑ بھی جہاں پانی تھا

[1] شارپ دیکھو صفحہ ۲۵
[2] کھیتوں کے گرد تھوڑی بلند مٹی ڈال کر اسکی حد بندی کیجاتی ہے